روزنامہ
ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FD-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

بدھ 9 جون 2010ء 25جمادی الثانی 1431 ہجری 9/احسان 1389ہش جلد 60-95 نمبر123

باتوں کا حکم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔
(1)اللہ کی خشیت کا۔ پوشیدگی میں بھی اور ظاہر میں بھی (2)انصاف کا۔ غصہ میں بھی اور رضامندی میں بھی (3)میانہ روی کا۔ فقر میں بھی دولت مندی میں بھی (4)میں اس سے صلہ رحمی کروں جو مجھ سے قطع تعلق کرتا ہے(5)اس کو دوں جو مجھے محروم رکھتا ہے(6)اس کو معاف کروں جو مجھ پر ظلم کرتا ہے(7)اور یہ کہ میری خاموشی سوچ بچار ہو۔(8)میری گفتگو ذکر ہو(9)میرا دیکھنا عبرت کے حصول کا موجب ہو اور میں معروف کا حکم دوں۔
(مشکوٰۃ المصابیح باب البکاء والخوف فصل سوم)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

توبہ کے معنے ہیں ندامت اور پشیمانی سے ایک بدکام سے رجوع کرنا۔ توبہ کوئی برا کام نہیں ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے والا بندہ خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام بھی توّاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں اور افعال بد سے نادم ہو کر پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ اس بدکام سے باز رہنے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رجوع کرتا ہے رحمت سے۔ خدا انسان کی توبہ سے بڑھ کر توبہ قبول کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان خدا کی طرف ایک بالشت بھر جاتا ہے تو خدا اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے۔ اگر انسان چل کر آتا ہے تو خدا تعالیٰ دوڑ کر آتا ہے یعنی اگر انسان خدا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی رحمت، فضل اور مغفرت میں انتہاء درجہ کا اس پر فضل کرتا ہے، لیکن اگر خدا سے منہ پھیر کر بیٹھ جاوے تو خدا تعالیٰ کو کیا پروا۔

دیکھو یہ خدا تعالیٰ کے فیضان کے لینے کی راہیں ہیں۔ اب دروازے کھلے ہیں تو سورج کی روشنی برابر اندر آ رہی ہے اور ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے، لیکن اگر ابھی اس مکان کے تمام دروازے بند کر دیئے جاویں تو ظاہر ہے کہ روشنی آنی موقوف ہو جاوے گی، اور بجائے روشنی کے ظلمت آ جاوے گی۔ پس اسی طرح سے دل کے دروازے بند کرنے سے تاریکی ذنوب اور جرائم آ موجود ہوتی ہے اور اس طرح انسان خدا کی رحمت اور فضل کے فیوض سے بہت دور جا پڑتا ہے پس چاہیئے کہ توبہ استغفار منتر جنتر کی طرح نہ پڑھو۔ بلکہ ان کے مفہوم اور معانی کو مدنظر رکھ کر تڑپ اور سچی پیاس سے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرو۔ توبہ میں ایک مخفی عہد بھی ہوتا ہے کہ فلاں گناہ میں کرتا تھا۔ اب آئندہ وہ گناہ نہیں کروں گا۔ اصل میں انسان کی خدا تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے کیونکہ وہ ستّار ہے بہت سے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ستّاری نے ہی نیک بنا رکھا ہے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ ستّاری نہ فرماوے تو پتہ لگ جاوے کہ انسان میں کیا کیا گند پوشیدہ ہیں۔ (ملفوظات جلد پنجم ص608)

ان سب باتوں کے بعد میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں سمندروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر وہ شدید العقاب ہے تو غفور رحیم بھی تو ہے۔ جو شخص توبہ کرتا اور استغفار اور لاحول میں مشغول ہو جاتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کر لیتا ہے تو وہ ضرور بچایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو عذاب آنے سے پہلے ڈرتے ہیں اور خدا کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ اس وقت ضرور بچائے جاتے ہیں جبکہ عذاب اچانک آ دباتا ہے۔ لیکن جو اس وقت روتے اور آہ وزاری کرتے ہیں جبکہ عذاب آ پہنچتا ہے اور اس وقت گڑ گڑاتے اور توبہ کرتے ہیں جبکہ ہر ایک سخت سے سخت دل والا بھی لرزاں اور ترساں ہوتا ہے تو وہ بے ایمان ہیں وہ ہرگز نہیں بچائے جاتے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 404)

سیدنا بلالؓ فنڈ

احمدیت کیلئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے والوں کے خاندانوں کی کفالت کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 14 مارچ 1986ء کے خطبہ جمعہ میں ایک فنڈ کا اعلان فرمایا، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ میں جماعت کو یہ بھی تسلی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں کوئی بھی خدا کی راہ میں مارا جانے والا ہرگز یہ وہم لے کر یہاں سے رخصت نہیں ہوتا کہ میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا۔ جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کے بچے یتیم نہیں ہوا کرتے۔ یہ ایک زندہ جماعت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جماعت اپنے قربانی کرنے والوں کے اہل وعیال کو اور ان کے حقوق کو بھول جائے۔ ایسی جماعتوں کی زندگی کی ضمانت اس بات میں ہے کہ ان کے قربانی کرنے والوں کو اپنے پسماندگان کے متعلق کوئی فکر نہ رہے۔

اس فنڈ کی عظمت اور اس کی اہمیت کے بارہ میں حضور نے فرمایا کہ یہ ہرگز صدقہ کی تحریک نہیں بلکہ جو شخص اس میں حصہ لے گا وہ اسے اعزاز سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ مجھے جتنی خدمت کرنی چاہیئے تھی اتنی نہیں کی بلکہ بہت ہی معمولی خدمت کی توفیق پائی ہے۔

اس تحریک میں حصہ لینے والوں کو نصائح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا کہ پوری طرح شرح صدر اور محبت کے جذبہ سے جو دینا چاہتا ہے وہ دے، ادنیٰ سا بھی تردد یا بوجھ ہو تو وہ ہرگز نہ دے۔ یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے جس میں بشاشت طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبیعت کا دباؤ ضروری ہے۔ دل سے بے قرار تمنا اٹھ رہی ہو، یہ خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں۔ آج ایک آنہ بھی جس کو توفیق ہو وہ بھی بہت عظیم دولت ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔

اس اعلان کے ایک روز بعد یعنی 15 مارچ 1986ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس تحریک کو سیدنا بلالؓ فنڈ کا نام عطا فرمایا۔

اس فنڈ میں چندہ کی ادائیگی کرنے والے احباب کے ناموں کی فہرست دعا کیلئے ہر ماہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

(سیدنا بلال فنڈ کمیٹی)

ندامت، ندامت اور ندامت

حامد میر اپنے کالم قلم کمان میں لکھتے ہیں۔

پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر حملے کئی سالوں سے جاری ہیں لیکن 28 مئی کے حملے کوئی عام حملے نہ تھے۔ ان حملوں کا بظاہر تو ہدف قادیانیوں کی دو عبادت گاہیں تھیں جن میں ایک سو کے قریب نہتے لوگ مارے گئے لیکن غور کیا جائے تو حملہ آوروں کا اصل ہدف اسلام اور پاکستان تھا۔ تحریک طالبان نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اور یہ تحریک پاکستان میں شریعت نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اگر واقعی یہ حملے تحریک طالبان نے کئے تو پھر اس تحریک نے عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت کے یوم تکبیر کو نشانہ بنایا۔ 28 مئی وہ دن تھا جب بارہ سال قبل اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف نے تمام تر امریکی دباؤ کو خاطر میں نہ لا کر بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں ایٹمی دھماکے کئے اور پاکستان کو دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت کے طور پر منوالیا۔ اس دن کے بعد سے ہر سال **28 مئی کو یوم تکبیر کے طور پر منایا جاتا تھا لیکن دہشت گردوں نے 28 مئی 2010ء کو اہل پاکستان کے لئے یوم ندامت بنا دیا۔**

ان حملوں کی منصوبہ بندی کرنے والے نے بہت سوچ سمجھ کر 28 مئی کے دن ایک ایسے شہر میں کارروائیاں کیں جو پاکستان کا دل کہلاتا ہے اور ایٹمی دھماکہ کرنے والے سابق وزیراعظم نواز شریف کی رہائش بھی اسی شہر میں ہے۔ 28 مئی کے دن اس شہر میں یوم تکبیر کے سلسلے میں کئی تقریبات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کے بعد بہت کم تقریبات منعقد ہوسکیں۔ 28 مئی کے دن اہل پاکستان اپنی ٹی وی سکرینوں پر لاہور میں دہشت گردوں اور پولیس کے درمیان مقابلے کے مناظر دیکھتے رہے جب کہ مغربی و بھارتی میڈیا میں دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقت کا مذاق اڑایا جاتا رہا۔

پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین تنازعہ 1953ء میں شروع ہوا تھا۔ 1974ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے قومی اسمبلی میں ایک طویل بحث کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ یہ معاملہ جنگ وجدل کے ذریعہ نہیں بلکہ ایک سیاسی و آئینی طریقے سے طے کر لیا گیا اور اس کے بعد قادیانیوں کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ **بدقسمتی سے پچھلے دس سال میں کراچی اور سیالکوٹ سمیت ملک کے مختلف حصوں میں قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملے ہو چکے ہیں۔ ان حملوں کا مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کے حصے میں صرف اور صرف بدنامی آتی ہے۔** وہ لوگ جو پاکستان میں شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں اور شریعت کے نفاذ کے لئے بم دھماکے کر رہے ہیں ان سے سوال ہے کہ کیا کسی اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم اقلیت کی عبادت گاہ میں گھس کر نہتے لوگوں پر گولیاں برسانا اسلام دوستی ہے یا اسلام دشمنی؟

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے بعد ایک باقاعدہ دستور تشکیل دیا تھا۔ محمد رفیق ڈوگر کی شاہکار تصنیف ''الامین'' کی جلد دوم میں 52 دفعات پر مشتمل دستور مدینہ کی تفصیلات پر موجود ہیں۔ دستور مدینہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی پہلی اسلامی ریاست نے یہودی اقلیت کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے اور واضح کیا کہ ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی، انہیں ضرب اور زخم کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہوگا اور ان کے کسی حلیف کی بدعملی کا انہیں ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ دستور مدینہ کی دفعہ 13 میں کہا گیا کہ متقی اہل ایمان متحد ہو کر اس شخص کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے جو سرکشی اختیار کرے، ظلم اور گناہ کے طریقے اپنائے یا ایمان والوں میں فساد پھیلائے ایسا کرنے والے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ دفعہ 13 میں ریاست مدینہ کے شہریوں کو نہیں بلکہ تمام متقی اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا۔

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جو بھی اسلام کے نام پر ظلم کرے اور ایمان والوں میں فساد پھیلائے اس کا متحد ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن عناصر نے قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملے کئے وہ ماضی میں مسلمانوں کی مساجد پر حملوں کی ذمہ داریاں بھی بڑے فخر سے قبول کرتے رہے ہیں اور اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مساجد، امام بارگاہوں، ہوٹلوں اور دیگر مقامات پر حملے کرنے والے کئی ملزمان گرفتار بھی ہوئے لیکن کچھ عرصے کے بعد عدالتوں سے رہا ہو گئے۔ ہم بے گناہ اور نہتے لوگوں کو خودکش حملوں اور بم دھماکوں میں مارنے والوں کی مذمت تو بہت کرتے ہیں اور کچھ کو گرفتار بھی کر لیتے ہیں لیکن انہیں سزا دلوانے میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں تفتیشی اداروں اور عدالتوں کے نظام کو مؤثر بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے نظام کو اپنے آئین کے تابع بنالیں تو ہمارے کئی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس آئین کے تحت جب ہماری عدالتیں وزیر داخلہ یا وزیر قانون کو طلب کرتی ہیں تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں کہ عدالتیں آزاد ہیں لیکن جب انہی عدالتوں سے دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ملزمان آسانی کے ساتھ رہائی پا لیتے ہیں تو پھر کئی لوگ سوال پوچھتے ہیں کہ پچھلے دو سال میں کون سے دہشت گرد کو کسی عدالت سے سخت سزا ملی ہے؟ ظاہر ہے کہ عدالت کو سزا دینے کے لئے ٹھوس ثبوت اور شہادتیں درکار ہوتی ہیں اور یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے جب ریاست کے تمام اداروں میں مثالی ہم آہنگی موجود ہو۔...........

تمام علماء سے گزارش ہے کہ وہ قوم کو بتائیں کہ مسلمانوں کی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے کیا حقوق ہوتے ہیں اور بے گناہ افراد پر گولیاں برسانے والے کے لئے اسلام کا کیا حکم ہے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ **جب ایک دفعہ آئین پاکستان میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا گیا تو پھر ان کے حقوق کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری تھی۔ 28 مئی کو ان کے ساتھ بہت ظلم ہوا اور ہمارے سر ندامت سے جھک گئے۔ حکومت کو ہر سچے پاکستانی کو 28 مئی کے سانحے پر قادیانیوں سے معذرت کرنی چاہئے۔**

(روزنامہ جنگ 31 مئی 2010ء)

یہ کہہ رہا ہے لہو

روا جو ظلم کو رکھے خدا کے گھر کے ساتھ
وہ کیسے خیر کرے گا کسی بشر کے ساتھ

یہ کہہ رہا ہے لہو آج سجدہ ریزوں کا
مٹا نہ پائے گا سچائی کوئی شر کے ساتھ

یہ لو دیئے کی ہواؤں سے بجھ نہیں سکتی
یہ بڑھتی جائے گی اپنی اسی ڈگر کے ساتھ

جو پھول ہم نے نچھاور کئے ہیں دھرتی پر
وہ مسکراتے رہیں گے سحر سحر کے ساتھ

کسی کے بس میں نہیں ہیں خدا کی تقدیریں
وہ رُت کو پھیر بھی دیتا ہے اک نظر کے ساتھ

جہاں میں کفر تو فرعون کا بھی ٹوٹا ہے
وہ ایک عبرت زندہ ہے اپنے سر کے ساتھ

یہ صبر ہی تو علامت ہے فتح یابی کی
خدا کے شیر تو رہتے نہیں ہیں ڈر کے ساتھ

ناصر احمد سید

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ
قیمت 5 روپے

مکرم لئیق احمد ناصر صاحب

میرے ماموں مکرم نیاز علی صاحب

آپ 1947ء میں حفاظت مرکز (قادیان) کی خاطر راہ مولا میں قربان ہوگئے

چھ فٹ قد کا ایک بارعب سجیلا نوجوان، اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتا ہوا گھر سے نکلا اور چند ماہ میں ہی زندگی کے مقصد کو پا گیا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تاریخ سے جہاں تک مجھے علم ہوسکا ہے، حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر قادیان کی حفاظت کے لئے پاکستان سے گئے ہوئے جوانوں میں سے صرف ایک ہی شخص تھا جو وہاں شہید ہوا۔ یعنی مکرم چوہدری نیاز علی صاحب جن کو شاید ہم سب نے بھلا دیا۔ اس میں غلطی شاید ہمارے خاندان کی اپنی بھی ہے کہ ہم میں سے کسی نے ان کے حالات یا ان کی قربانی کے متعلق کبھی لکھا ہی نہیں۔ خیر اس پس منظر میں میں یہ مضمون لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ میرے حقیقی ماموں تھے۔ میں نے ان کو کبھی دیکھا تو نہیں لیکن بچپن سے ہی ان کے متعلق کئی باتیں سنی، کچھ خاندان کے افراد سے، کچھ بزرگان جماعت سے اور کچھ ان کے ساتھیوں سے۔ انہی باتوں کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

خاندانی پس منظر

آپ کے دادا مکرم چوہدری حسن محمد صاحب اور نانا مکرم چوہدری غلام محمد صاحب دونوں کو حضرت اقدس مسیح موعود کے رفیق ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ کھاریاں ضلع گجرات کے رہائشی تھے اور مسیح الزماں کی زیارت کے لئے کھاریاں سے پیدل قادیان گئے اور مسیح دوراں کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ یہ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اور حضرت حافظ مولوی فضل دین صاحب (مشہور و معروف عالم دین، کھاریاں جماعت کے پہلے احمدی، استاد مدرسہ قادیان، احمدیت سے پہلے جامع مسجد کھاریاں کے خطیب تھے اور سب سے بڑھ کر 313 رفقاء کی فہرست مطبوعہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 میں حضرت اقدس مسیح موعود نے آپ کا نام دوسرے نمبر پر درج فرمایا ہے) کے کزن تھے۔

آپ کے والد مکرم حافظ چوہدری غلام محی الدین صاحب (پیدائش 1895ء، وفات 30 اکتوبر 1976ء، مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ، قطعہ نمبر 12) اور والدہ مکرمہ فضل بیگم صاحبہ (پیدائش 1904ء، وفات 5 فروری 1983ء، مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ، قطعہ نمبر 15) دونوں ہی پیدائشی اور مخلص احمدی تھے۔

میری والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ نانا جان بتایا کرتے تھے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود مقدمہ کرم دین بھیں کے سلسلے میں جہلم تشریف لائے تو کھاریاں سٹیشن پر حضرت اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا۔ میں کیونکہ چھوٹا تھا، مجھے حضور نظر نہیں آرہے تھے تو میرے والد صاحب نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر مسیح پاک کے چہرہ مبارک کی زیارت کروائی۔ مجھے وہ عجیب نظارہ کبھی نہیں بھولتا۔ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ ایسا نورانی چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ایک خواب سا لگتا تھا۔ حضور مسلسل زیرلب کچھ درود اور دعائیں وغیرہ پڑھ رہے تھے۔ پھر ہم لوگ ٹرین کے پیچھے پیچھے پیاسوں کی طرح بے تاب پیدل جہلم تک گئے۔ ہمارے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے۔

پھر بیان کرتی ہیں کہ آپ (یعنی نانا جان) کو قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی آپ ہر وقت حمائل شریف اپنے پاس رکھتے۔ کھیتوں میں جاتے ہوئے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب بھی وقت ملتا، وضو کرتے اور تلاوت شروع کر دیتے۔ آپ نے اپنے ذاتی شوق پر خود ہی قرآن کریم حفظ کیا۔ پنجابی ترجمہ بھی اسی روانی سے یاد تھا۔ آپ قرآن کریم ناظرہ و ترجمہ پڑھایا بھی کرتے تھے۔ نماز تراویح کے لئے قادیان سے باقاعدہ خط آیا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ ایک لمبا عرصہ تک رمضان میں قادیان جا کر مختلف محلّہ جات میں نماز تراویح پڑھاتے رہے۔

کھاریاں جماعت کے ایک بزرگ مکرم محمد شفیع سلیم صاحب نے بیان کیا کہ آپ نہایت شفیق، ملنسار، ہمدرد، فرشتہ سیرت نیک انسان تھے۔ غیر از جماعت احباب بھی کہا کرتے تھے کہ اگر کسی نے انسانوں میں فرشتہ دیکھنا ہے تو ان کو دیکھ لو۔

آپ کو خلافت سے بے پناہ محبت تھی۔ خلافت کی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہتے۔ حضرت مصلح موعود نے جب تحریک جدید کا آغاز فرمایا تو شروع سے ہی آپ نے اپنی توفیق کے مطابق اس میں حصہ لیا۔ چنانچہ پانچ ہزاری مجاہدین کی فہرست میں آپ کا نام 3394 نمبر پر موجود ہے۔ (کمپیوٹر نمبر 3240)

خاندان کے اس تعارف کے بعد میں واپس مکرم چوہدری نیاز علی صاحب کی طرف آتا ہوں۔ آپ چھ بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ سب بہن بھائیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مکرم چوہدری غلام علی صاحب مرحوم
2۔ مکرم چوہدری نیاز علی صاحب مرحوم
3۔ مکرم چوہدری فضل علی صاحب
4۔ مکرمہ حیات بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم چوہدری احمد دین صاحب مرحوم
5۔ مکرمہ راج بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری شریف احمد صاحب مرحوم (خاکسار کی والدہ محترمہ)
6۔ مکرم چوہدری شریف احمد صاحب مرحوم

آپ کے بھائی مکرم چوہدری فضل علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بھائی جان 1924ء میں پیدا ہوئے۔ طبعاً نہایت نیک اور شریف انسان تھے۔ شروع سے ہی طبیعت میں دین کی طرف بے پناہ رغبت موجود تھی۔ آپ نے شروع سے ہی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ پنجوقتہ نمازی تھے۔ کبھی کسی لڑائی جھگڑے یا آوارگی میں شریک نہ ہوتے تھے۔ خوش مزاج، صحت مند، بہت بہادر اور دلیر تھے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی میں مصروف ہوگئے کیونکہ بڑے بھائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد نیوی کی ملازمت اختیار کر چکے تھے۔

میری والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ بھائی کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ اکثر کوئی نہ کوئی نظم گنگناتے رہتے تھے۔ اجلاسات میں بھی تلاوت کرتے، نظم پڑھتے، نداء بہت شوق سے دیتے تھے۔ مزید بیان کرتی ہیں کہ ایک دن یوں ہوا کہ میرے خالو جان مکرم چوہدری محمد خاں صاحب، جو بعد میں میرے سسر بھی بنے، کے گھر، جو اس وقت جماعتی، علمی، ادبی اور سیاسی ہر قسم کی سرگرمیوں کا مرکز ہوا کرتا تھا، ایک بزرگ تشریف لائے۔ اس وقت میں چھوٹی بچی تھی اور نہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو کیا شرف بخشا ہے اور یہ بزرگ کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن آج جب بھی سوچتی ہوں تو دل شکر اور فخر کے ملے جلے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ بزرگ حضرت مسیح موعود کے فرزند اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دادا حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب تھے۔ آپ وہاں نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرنے کے سلسلے میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خواہش تھی دوسری جنگ عظیم میں احمدی نوجوانوں کی ایک رجمنٹ بنا کر حکومت کو دی جائے۔ آپ کے ساتھ دو اور بزرگان بھی تھے۔ (بعد میں پتہ چلا کہ وہ غالباً مولانا احمد خاں صاحب نسیم اور مولانا عبدالعزیز صاحب بھامڑی تھے)۔ آپ نے میرے بھائی جان نیاز علی کو منتخب کیا اور اس طرح وہ فوج میں چلے گئے۔ (میری والدہ ہمیشہ اس واقعہ کو بڑے چاؤ سے بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ دیکھو حضرت میاں صاحب نے ٹھہرنے کے لئے جس گھر کو پسند فرمایا وہ میرا گھر تھا اور جس نوجوان کو منتخب کیا وہ میرا بھائی تھا)۔

یہاں مجھے آپ کی ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ یاد آ گیا جو آپ کے بڑے بھائی مکرم غلام علی صاحب مرحوم نے ایک بار مجھے سنایا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ جب نیاز علی فوج میں گیا تو وہاں بھی اپنے شوق اور آواز کی وجہ سے اکثر وہی نداء دیا کرتا تھا۔ اس وقت ابھی اس طرح مخالفت نہ تھی۔ ایک دن جب اس نے فجر کی نداء دی تو اس کی یونٹ کا ایک عیسائی افسر اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد چلا آیا اور پوچھنے لگا کہ آج نداء کس نے دی ہے؟ اس کی آواز میں ایسی کشش ہے کہ میں بے اختیار یہاں چلا آیا۔ جب اس کو بتایا گیا کہ نیاز علی نے نداء دی ہے تو اسے آرڈر دے دیا کہ آئندہ سے یہی پانچوں وقت نداء دے۔

ملازمت کے کچھ عرصہ بعد آپ گھر آئے ہوئے تھے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضرت مصلح موعود کے انقلاب آفریں الفاظ تھے اور مکرم ملک عبدالرحمان صاحب خادم ایڈووکیٹ خالد احمدیت (آپ اس وقت امیر ضلع گجرات تھے) کی آواز تھی۔ آپ نے خطبہ جمعہ کے ذریعہ حضور کا اعلان احباب جماعت تک پہنچایا۔ یہ اعلان 15 ستمبر 1947ء کو روزنامہ الفضل لاہور میں حضرت مصلح موعود کی طرف سے ''قادیان کی حفاظت'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس سے پہلے بارہا چندہ حفاظت مرکز کی تحریک ہو چکی تھی۔ مگر مرکز کی حفاظت کے لئے جوانوں کو یہ غالباً پہلا باقاعدہ بلاوا تھا۔ حضور کے الفاظ الفضل کے مطابق یہ تھے۔

''حال کی شوریٰ میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ تمام جماعتیں اپنے 18 سے 55 سال کی عمر کے مردوں کی فہرست بنا کر ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیں اور 1/8 حصہ آدمی قرعہ ڈال کر فوراً قادیان کی حفاظت کے لئے بھجوا دیں۔ کیا آپ نے یہ کام شروع کر دیا ہے؟ قادیان سے دفاتر اور کارکنوں کا ایک بڑا حصہ فوراً نکلوانا ضروری ہے۔ گذشتہ تین ماہ سے انہوں نے دن رات کام کیا ہے اور سب کام سلسلہ کے بند ہیں۔ اس لئے فوراً نئے فیصلہ کے ماتحت باہر سے آدمی جانے چاہئیں۔ قادیان کی مرد آبادی کا 1/5 حصہ ہر وقت قادیان رہے گا۔ اس طرح قادیان پر پھر بھی دوسروں سے زیادہ بوجھ رہے گا۔ یہ وقت دیر کا نہیں فوراً اس انتظام کے ماتحت آدمی بھجوائیے۔ اس میں مرضی کا سوال نہیں۔ جبراً ہر شخص کو یہ خدمت دینی ہوگی اور تین ماہ تک یہ خدمت کرنی ہوگی۔ ہر تین ماہ کے بعد یہ ڈیوٹی بدلتی رہے گی۔ خاکسار۔ مرزا محمود احمد۔

چنانچہ کئی نوجوانوں نے حفاظت مرکز قادیان کے لئے خود ہی اپنے نام پیش کیے۔ انہی میں پیش پیش مکرم چوہدری نیاز علی صاحب بھی تھے۔ میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ گھر آ کر والدہ کو بتایا کہ اس طرح میں نام لکھوا آیا ہوں تو امی جان نے تھپکی دی۔ آپ نے فوج کو چھوڑا اور قادیان کی تیاری کرنے لگے۔ چند دن بعد پیارے مسیح کی پیاری بستی کو روانہ ہوئے۔ وہاں سے ایک دو دفعہ مختلف آنے والوں کے ذریعہ خیریت معلوم ہوئی۔ ایک دفعہ کسی کے ہاتھ میرے لئے دس چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی بھجوائیں۔ جن میں چہل احادیث، نبراس المومنین، نماز مترجم، پانچ ارکان اسلام اور ادعیہ کی چند کتابیں شامل تھیں۔ اس کے بعد وہاں کیا ہوا گھر میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔

قادیان میں آپ کے حالات آپ کے چند ساتھیوں نے یوں بیان کیے۔ مکرم میاں غلام محمد

صاحب کشمیری آف کھاریاں (آپ بھی حفاظت مرکز کے لئے گئے تھے مگر کچھ عرصہ بعد واپس آگئے) بیان کرتے ہیں کہ جاتے ہی نہایت مستعدی سے ڈیوٹی کی ذمہ داری سرانجام دینے لگے۔ ڈیوٹیاں بدلتی رہتی تھیں کبھی کسی جگہ، کبھی کسی جگہ۔ لیکن ہمارے گروپ کی ڈیوٹی زیادہ تر حضرت مصلح موعود کی کوٹھی پر ہوتی تھی۔ مکرم نیاز علی ہمارے گروپ کے انچارج تھے۔ ہم کئی دفعہ گھبرا بھی جاتے مگر آپ نہایت بہادری کا مظاہرہ کرتے ہمارا بھی حوصلہ بڑھاتے اور ہم آپ کو دیکھ کر پھر شیر ہو جاتے۔ آپ نہایت دلیری سے ہر طرف چکر لگا کر حالات کا جائزہ لیتے رہتے۔ آپ کی ہر طرف نظر ہوتی تھی۔ ذرا سی آہٹ پر وہاں پہنچ جاتے۔ ہم نے اکثر سکھوں کو یہ بات کرتے سنا کہ یہ جو لمبا سا لڑکا بڑی بے خوفی سے شیروں کی طرح پھرتا ہے ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ ایک دفعہ ہم حضرت مصلح موعود کی کوٹھی کے باہر ڈیوٹی پر تھے کہ ایک موٹا تازہ نوجوان سکھ پولیس انسپکٹر غالباً دجار سنگھ نام تھا، اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار آیا اور کوٹھی کی تلاشی کا کہنے لگا۔ ہم اس سے کچھ پولیس کی وردی اور کچھ اس کی جسامت کی وجہ سے دب گئے۔ نیاز علی صاحب کچھ دور تھے فوراً آئے، گھوڑے کو لگام سے پکڑ کر واپس موڑ دیا اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اندر نہ جانے دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ دھمکیاں تو اس نے بہت دیں مگر اندر جانے کی ہمت نہ کی اور غیظ و غضب میں اول فول بکتا واپس چلا گیا۔

کھاریاں جماعت کے ایک بزرگ مکرم محمد شفیع صاحب سلیم (جو اس وقت قادیان میں زیر تعلیم تھے) نے ایک دفعہ بتایا کہ نیاز علی صاحب نہایت نیک اور شریف انسان تھے۔ پنجوقتہ نمازی اور بہت دلیر تھے۔ قادیان میں بہت مختصر قیام کیا مگر ہر دلعزیز بن گئے۔

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سابق سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان اپنے ایک مضمون، جو بعد میں کتابی شکل میں ''گلدستہ درویشان کے وہ پھول جو مرجھا گئے'' کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، میں مکرم نیاز علی صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''پھول تو کھلنے کے بعد کچھ وقت تک اپنے رنگ و نکہت سے فضاؤں کو معطر کر جاتے ہیں لیکن کچھ غنچے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ چٹکنے سے پہلے ہی بادسموم کا کوئی جھونکا انہیں مرجھا جاتا ہے اور وہ سبز و شاداب شاخ کو حسرت بھری الوداع کہہ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک غنچۂ ناشگفتہ ہمارا بھائی نیاز علی بھی تھا۔ کاش! زمانہ اپنے اوقات سے 3 اکتوبر 1947ء کا دن خارج کر دیتا کہ قادیان کی بستی پر کرب و بلا کا یہی دن تھا۔ قادیان کے بیرون پر حملہ ہو چکا تھا اور عورتوں کو ان محلوں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچانے کا کام ہو رہا تھا۔ ہمارے چند نوجوان ظلم کی اس بھڑکتی ہوئی آگ میں کود کر اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ لوگ کشتہ کھانا تو اکثر جانتے ہیں لیکن کشتہ بننا کسی کسی کو آتا ہے۔ مرحوم نیاز علی محلّہ دارالرحمت میں اسی کام پر مامور تھا۔ وہ بیت الذکر دارالرحمت والے چوک میں تھا، بس اس کے ساتھی اتنا ہی بتا سکے تھے۔ اس کے بعد کیا ہوا وہ کہاں گیا۔ کہیں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ بس یہیں یہ روایت ختم ہو جاتی ہے۔ مرحوم کی نعش باوجود تلاش کے نہیں مل سکی تھی۔ نیاز علی مرحوم میاں غلام محی الدین صاحب گوجر احمدی سکنہ کھاریاں ضلع گجرات کا فرزند تھا اور بائیس سال کی عمر میں شہید ہوا۔ مرحوم خوش قسمت تھا کہ اس نے وفات کے وقت قادیان کی سرزمین پائی اور مرحوم کے پسماندگان کے لئے یہ امر باعث فخر کہ ان کا عزیز قادیان کے کام آیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے''۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 13 دسمبر 1962ء صفحہ 5، گلدستۂ درویشان کے وہ پھول جو مرجھا گئے صفحہ 92)

مرحوم کے گھر والوں کو پندرہ دن کے بعد نصیرہ گاؤں کے ایک آدمی، جو رات کو کھاریاں میں سے گزر رہا تھا، کے ذریعہ معلوم ہوا کہ پندرہ دن ہو گئے، نیاز علی شہید ہو گیا۔ اس سے زیادہ کچھ بھی ٹھیک طرح سے پتہ نہ چل سکا۔ مکرم صوبیدار صداقت احمد صاحب جن کا تعلق بھی کھاریاں سے ہی تھا اور نیاز علی صاحب کے رشتہ دار ہی تھے۔ جب قادیان سے واپس آئے تو آپ کی کچھ چیزیں لے کر آئے۔ آپ کی شہادت کی خبر پر آپ کے والدین کا صبر دیکھنے والا تھا۔ غم یا دکھ کس کو نہیں ہوتا مگر انہوں نے نہ کوئی ماتم کیا، نہ کوئی شکوہ۔ راضی برضا پے مرضیٔ خدا۔ جو غیر احمدی عورتیں آتیں تو محترمہ نانی اماں کے صبر پر حیران ہوتیں، کہتیں کہ یہ کیسی ماں ہے؟ مگر اس خاتون کا حوصلہ دیکھئے کہ بڑا بیٹا پہلے وطن کی حفاظت کے لئے نیوی میں ہے۔ جس نے اپنی زندگی میں تین جنگیں لڑیں اور ہر وقت عملاً زندگی قربان کرنے کے لئے تیار رہا۔ دوسرا بیٹا خلیفۂ وقت کے حکم پر قادیان پر جان وار گیا تو تیسرے بیٹے کو بھی قادیان کی طرف روانہ کر دیا کہ اب تم اپنے بھائی کی جگہ جاؤ۔ چنانچہ میرے تیسرے ماموں مکرم فضل علی صاحب بھی قادیان کے لئے روانہ ہوئے ایک یا دو دن میں لالہ موسیٰ اسٹیشن، پھر گجرات وہاں سے لاہور پہنچے مگر حالات کی ناسازی کی وجہ سے جماعت نے بارڈر کراس نہ کروایا اور دو ہفتے کے بعد واپس گھر آنا پڑا۔ میرے چوتھے ماموں کو بھی میری نانی جان نے وطن کی حفاظت کی خاطر آرمی میں بھیج دیا آپ آن ڈیوٹی ہی تھے کہ بیمار ہوئے اور آپ بھی عین جوانی میں وفات پا گئے۔ اس لحاظ سے کہ وفات کے وقت آپ وطن کی خاطر آن ڈیوٹی تھے، آپ بھی شہید ہی ٹھہرے۔ یعنی میری نانی اماں نے کمال بہادری سے اپنے چاروں بیٹے قربانی کے لئے پیش کر دیئے۔

مکرم سکندر خاں صاحب درویش جن کا تعلق بھی کھاریاں سے ہی تھا اور نیاز علی صاحب کے رشتہ دار ہی تھے۔ آپ نے قادیان میں ہی اپنی ساری زندگی گزار دی، کئی جماعتی عہدوں پر خدمت کا موقعہ ملا اور وفات کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں، انہوں نے بتایا کہ:

جب دارالرحمت والے واقعہ کے بعد سب درویش اکٹھے ہوئے تو گنتی کی گئی پتہ چلا کہ ہم میں سے ایک کم ہے۔ سب سے ان کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ مجھ سے بھی میرے ساتھی، میرے بھائی کے بارے میں پوچھا گیا تب مجھے ہوش آیا کہ نیاز علی تو نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ وہ تو آخری دم تک وہیں ڈٹا رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ اس نے کہا تھا تم نکلو میں تمہارے پیچھے ہوں۔ کسی نے کہا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تک تم سب لوگ باحفاظت نکل نہ جاؤ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ کسی نے کہا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ تم نکلو میں انہیں روکتا ہوں۔ کسی نے کہا کہ ہم نے گولی چلنے کی آواز سنی تھی۔ کسی نے کہا کہ گولی نیاز علی کو لگی تھی۔ مختصر یہ کہ ہمارا بھائی ہم میں نہیں تھا۔ ہم سب ہی غمگین تھے۔ وہ تھا ہی ایسا کہ کوئی غمگین ہوئے بنا رہ ہی نہیں سکتا تھا۔

کھاریاں جماعت کے درویش منش بزرگ صوفی نورداد صاحب، جو عرصہ دراز سے قادیان میں ہی مقیم تھے، حالات خراب ہونے کے بعد ہجرت کر کے پہلے ربوہ اور پھر مستقل کھاریاں شفٹ ہو گئے اور اپنی ساری زندگی بیت الذکر کی خدمت اور بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے گزار دی، بیان کرتے ہیں کہ دارالرحمت کے واقعہ کے بعد چوک میں میں نے نیاز علی کی نعش دیکھی تھی مگر ہم چھپے ہوئے تھے۔ فوج، پولیس اور سکھ وہاں موجود تھے۔ مجبور تھے، اس لئے چاہتے ہوئے بھی نعش نہ اٹھا سکے۔

مؤرخ احمدیت مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم نے اپنے ایک مضمون ''شمع پاکستان کے سرفروش پروانوں کی خونچکاں داستانیں'' مطبوعہ روزنامہ الفضل 13 اگست 2007ء میں بھی مرحوم کی شہادت کا حوالہ دیا ہے۔

مکرم خواجہ غلام نبی صاحب اپنے مضمون ''قادیان کے المناک اور خونچکاں حادثات میں سے کچھ'' کی قسط نمبر 4 میں نیاز علی صاحب کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ مؤرخ احمدیت مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم نے تاریخ احمدیت میں بھی آپ کی یہی عینی شہادت بالتفصیل درج کی ہے۔

''...... انچارج صاحب کو اطلاع پہنچی کہ ایک مکان میں ابھی تک بہت سی عورتیں اور بچے محصور ہیں اور خطرہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، ان کو بحفاظت نکالنے کا انتظام کیا جائے۔ اس پر انچارج صاحب نے نوجوانوں کو آواز دی اور وہ دوڑتے ہوئے آکر ان کے گرد جمع ہو گئے اور جب انہیں بتایا گیا کہ فلاں مکان میں عورتیں اور بچے موجود ہیں، ان کو نکال لائیں۔ تو ایک لمحہ کے توقف کئے بغیر سارے کے سارے نوجوان جن کی تعداد پندرہ بیس سے زیادہ نہ تھی اور جو اس وقت وہاں پہنچے تھے۔ ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور سکھوں کی چار چار فٹ لمبی کرپانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے محض لاٹھیاں لے کر دوڑ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں دوسو کے قریب عورتوں اور بچوں کو بحفاظت نکال لائے۔ ان عورتوں اور بچوں سے بھی کسی قسم کی گھبراہٹ اور بے صبری کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ جب ہمارے مجاہد ان کو اپنی حفاظت میں بورڈنگ کی طرف لا رہے تھے تو موضع بٹراں سے قادیان آنے والے راستے کے قریب جو محلّہ دارالرحمت اور محلّہ دارالعلوم کے درمیان واقع ہے، بہت سے مسلح سکھوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر ہمارے نوجوان جن کے پاس صرف لاٹھیاں تھیں، ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی خاص مدد اور نصرت فرمائی۔ جب تک ملٹری اور پولیس وہاں پہنچی کئی ایک سکھوں کو انہوں نے مار گرایا اور باقی دم دبا کر بھاگ گئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ہمارے نوجوانوں میں کسی کو خراش تک نہیں آئی بحالیکہ ان کے پاس صرف لاٹھیاں تھیں اور سکھوں کے پاس کرپانیں اور وہ سمجھتے تھے کہ پولیس اور ملٹری ان کی پشت پناہ ہے۔ خواتین اور بچوں کو نرغے سے نکالنے کے لئے جو مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار آگے بڑھے تھے اگرچہ وہ اپنے مقصد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے لیکن ان میں ایک مجاہد جو نہایت سجیلا جوان تھا اور رضا کارانہ قادیان کی حفاظت کا فرض ادا کرنے کے لئے کھاریاں ضلع گجرات سے آیا ہوا تھا۔ نیاز علی نام تھا، نہ معلوم اپنے ساتھیوں سے کس طرح علیحدہ ہو گیا بعد میں معلوم ہوا کہ ملٹری نے نہایت سفاکی سے ان کو گولی کا نشانہ بنا دیا اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس کی لاش بھی نہ اٹھانے دی۔ خدا تعالیٰ کی بیشمار برکات اور انعامات نازل ہوں ہمارے اس شہید پر جنہوں نے اس ظلم و ستم کے دور میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں مومنانہ شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت پیا۔ ہماری آئندہ نسلیں ان کی ذات پر فخر کریں گی اور ان کے کارنامے یاد کر کے اپنی محبت اور اخلاص کے پھول ان پر نچھاور کریں گی۔ ان کی جدائی سے ہمارے دل غمگین اور ہماری آنکھیں نمناک ہیں مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر کے جو درجہ اور مرتبہ حاصل کر لیا ہے اس پر ہم ان کو مبارکباد کہتے ہیں۔ نہ صرف ان کو بلکہ ان ماؤں کو بھی جنہوں نے ایسے بہادر اور خدا تعالیٰ کی خاطر فدا ہونے والے سپوت جنے، ان باپوں کو بھی جن کے ہاں ایسے جوانمرد اور دلیر بچے پیدا ہوئے، ان بہنوں اور بھائیوں کو بھی جن میں وہ کھیلے کودے اور پروان چڑھے، ان سہاگنوں کو بھی جن کے سہاگ ہمیشہ کی زندگی پا کر لازوال بنا گئے، ان بچوں کو بھی جن کی قدر و منزلت کو چار چاند لگا گئے، وہ خود بھی زندہ ہو گئے ...... اور دوسروں کے لئے ایسی زندگی حاصل کرنے کے لئے اس زمانہ میں مثال قائم کر گئے۔ پس ہم ان کے درجات کی مزید بلندی کے لئے دعا کرتے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ان شہیدوں کو قصر احمدیت میں بلند مقام پر جگمگاتے ہوئے ستارے بنائے گا اور دوسرے نوجوان ان سے روشنی حاصل کریں گے''۔

(روزنامہ الفضل 07 نومبر 1947ء، صفحہ 3، تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 210-208)

جب خاکسار جامعہ احمدیہ میں داخل ہوا تو ناصر ہوسٹل کے گیٹ پر مکرم رانا عبدالسلام صاحب ڈیوٹی کیا کرتے تھے۔ آپ پہلے حضرت مصلح موعود کے عملہ حفاظت میں بھی لمبا عرصہ ڈیوٹی کرتے رہے تھے۔ نہایت بزرگ تہجد گزار انسان تھے۔ خاکسار اکثر وقتاً فوقتاً ان کے پاس بیٹھ کر پرانے واقعات سنا کرتا تھا۔ ایک دن باتوں میں انہوں نے بتایا کہ وہ بھی قادیان کی حفاظت کے لئے گئے تھے۔ اس پر خاکسار نے بتایا کہ اس طرح میرے ماموں بھی گئے تھے جن کے متعلق صرف یہی معلوم ہو سکا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ جنازہ یا تدفین کے متعلق کچھ پتہ نہیں۔ یہ سننا تھا کہ آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، پوچھنے لگے کہ تم کھاریاں والے چوہدری نیاز علی کے بھانجے ہو؟ خاکسار کے جواب پر گلے لگایا اور رونے لگے۔ بار بار کہتے رہے کہ بہت بہادر تھا، بہت ہی بہادر تھا، بہت ہی بہادر تھا۔ سب پر بازی لے گیا۔ پھر تدفین کے متعلق بتایا کہ اسی رات کو یا اس واقعہ سے اگلی رات کو چاندکی روشنی میں مجھے اور میرے دو ساتھی جو میرے ساتھ ڈیوٹی پر تھے (ان کے نام یا تو انہوں نے بتائے نہیں یا پھر مجھے ہی یاد نہیں رہے) کو ان کی نعش ملی تھی اور ہم نے وہاں پاس ہی ایک حویلی، جس کے باسی اسے چھوڑ کر جا چکے تھے، کی ڈیوڑھی میں گڑھا کھود کر دفنادی تھی۔ ہمارے پاس نہ وقت تھا، نہ موقع تھا اور نہ نیاز جیسی ہمت تھی کہ جنازہ پڑھتے۔ میں نے نعش کے متعلق پوچھا تو رونے لگے اور کہا کہ مت پوچھو ظالموں نے اس کے ساتھ کیا کیا ظلم کیا تھا۔

میری نانی اماں با قاعدہ تعلیم یافتہ نہ تھیں مگر لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ دینی معلومات بہت زیادہ تھی۔ آپ پکی احمدی اور خلافت کی شیدائی تھیں۔ مخلص، قربانی کرنے والی، ہمدرد، ہر ایک کے کام آنے والی اور ہر ایک کے غم میں شریک ہونے والی خاتون تھیں۔ آپ پنجابی زبان میں منظومات بھی کہا کرتی تھیں۔ آپ نے ان کی ایک ڈائری بھی بنا رکھی تھی جو میری والدہ محترمہ کے پاس تھی۔ 1974ء کو مخالفین نے جب جماعت کے خلاف فسادات کی آگ بھڑکائی تو کھاریاں بھی اس سے بچ نہ سکا۔ اس بار بھی قربانی کے لئے خدائے رحیم کی نظر انتخاب ہمارے گھر پر پڑی۔ چنانچہ 10 جولائی 1974ء کو مخالفین نے ہمارے گھر کو نذر آتش کر دیا اور سارا سامان لوٹ لیا۔ جس میں ہماری کل دنیاوی جمع پونجی چلی گئی۔ لیکن یہ واقعہ ہمارے ایمانوں میں اضافہ کر گیا۔ اس کے نتیجہ میں خدائے بزرگ و برتر نے محض اپنے فضل سے ہمیں پہلے سے ہزار گنا بڑھ کر مالی فراخی بھی عطا کی۔ کھاریاں کی تاریخ میں احمدیت کے خلاف ابھی تک یہی ایک واقعہ ہے، جس میں کہ کوئی نقصان پہنچایا گیا ہو۔

مکرم افضال ربانی صاحب اپنی کتاب ''روزنامچہ'' کے صفحہ 73 پر لکھتے ہیں۔

''کھاریاں ...... چودھری شریف احمد صاحب اور کرنل چودھری ...... صاحب کے مکانوں پر حملہ کر کے غنڈوں نے سارا سامان لوٹ لیا اور گھروں کو آگ لگا دی''۔

یہاں خاکسار اس نوٹ کی کچھ وضاحت بھی بیان کرتا چلے کہ مکرم چودھری شریف احمد صاحب خاکسار کے مرحوم والد محترم ہیں اور جن کرنل صاحب کا نام نہیں دیا گیا وہ میرے دادا کے چھوٹے بھائی مکرم کرنل چودھری اکبر علی صاحب ہیں۔ مزید یہ کہ مکان پر حملہ، اس کا سامان لوٹنا اور جلانا یہ واقعات صرف ہمارے گھر کے ساتھ پیش آئے جبکہ دادا جان مکرم کرنل چودھری اکبر علی صاحب پر قاتلانہ حملے کی کوشش کی گئی تھی۔ گھر کیونکہ ساتھ ساتھ تھے اس لئے شاید یہ غلطی لگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے شہداء سے متعلق خطبات کا جو سلسلہ شروع فرمایا اسی سلسلہ میں خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 1999ء میں فرماتے ہیں۔

''...... اب ایک اور دوست مکرم نیاز علی صاحب کھاریاں کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔ مکرم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک بچہ حمید جو مرکزی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے والوں میں شامل تھا اور محلّہ کی مخدوش حالت پر اطلاع پا کر اور یہ سن کر کہ سکھوں کے حملے کا بہت بڑا زور ہمارے مکان کے پاس ہے، میری خبر معلوم کرنے کے لئے گھر آیا تھا اور ہم یہ دیکھ کر کہ قریب قریب کی عورتیں اور بچے جا چکے ہیں، اپنے مکان سے نکلے اور بابو اکبر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی میں پہنچے۔ جہاں مرکزی حفاظت کرنے والے نوجوان مقیم تھے میرے وہاں جانے کے تھوڑی دیر بعد انچارج صاحب کو اطلاع پہنچی کہ ایک مکان میں ابھی تک بہت سی عورتیں اور بچے محصور ہیں اور خطرہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، ان کو بحفاظت نکالنے کا انتظام کیا جائے۔ اس پر انچارج صاحب نے نوجوانوں کو آواز دی اور وہ دوڑتے ہوئے آ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور جب انہیں بتایا گیا کہ فلاں مکان میں عورتیں اور بچے موجود ہیں، ان کو نکال لائیں۔ تو ایک لحظہ کے توقف کئے بغیر سارے کے سارے نوجوان جن کی تعداد پندرہ بیس سے زیادہ نہ تھی، ملٹری اور سکھوں کی گولیوں اور سکھوں کی کرپانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے محض لاٹھیاں لے کر دوڑ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں دو سو کے قریب عورتوں اور بچوں کو بحفاظت نکال لائے۔ یہ بھی رعب کی، نصرت کی ایک عجیب مثال ہے۔ ایک طرف فوج بھی تھی، پولیس بھی تھی، سکھ ہر قسم کے ہتھیاروں، رائفلوں، کرپانوں وغیرہ سے مسلح اور مقابل پر یہ پندرہ بیس صرف لاٹھی بردار اور ان کو یہ توفیق مل گئی کہ ان کے حملے کو چیرتے ہوئے، بیچ میں سے راستہ بنایا اور محفوظ طریق پر عورتوں اور بچوں کو نکال لائے۔ کسی قسم کی کسی گھبراہٹ کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ جب ہمارے مجاہد ان کو اپنی حفاظت میں بورڈنگ کی طرف لا رہے تھے تو موضع سے قادیان آنے والے راستے کے قریب جو محلّہ دارالرحمت اور محلّہ دارالعلوم کے درمیان واقع ہے، بہت سے مسلح سکھوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر ہمارے نوجوان جن کے پاس لاٹھیاں تھیں، ان کے مقابلے پر ڈٹ گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ ان سکھوں کو توفیق نہ ملی ان کو مارنے کی۔ جب تک ملٹری اور پولیس والے وہاں نہ پہنچے، اس سے پہلے کئی سکھوں کو یہ پندرہ بیس نوجوان لاٹھیاں مار کر بھگا چکے تھے اور ہمارے نوجوانوں میں کسی کو خراش تک نہیں آئی تھی۔ خواتین اور بچوں کو نرغے سے نکالنے کے لئے جو مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار آگے بڑھے تھے، ان میں ایک مجاہد جو نہایت سنجیدہ نوجوان اور رضا کار بن کر قادیان کی حفاظت کی غرض سے کھاریاں ضلع گجرات سے آیا ہوا تھا اس کا نام نیاز علی تھا، نہ معلوم اپنے ساتھیوں سے کس طرح علیحدہ ہو گیا بعد میں معلوم ہوا کہ ملٹری نے نہایت سفاکی سے ان کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اب دیکھیں کتنا عظیم خدا تعالیٰ کی نصرت کا معجزہ ہے کہ پندرہ بیس لاٹھی بردار بغیر کسی رائفل کے جاتے ہیں اور سکھوں کے لشکر کے بیچ سے راستہ بناتے ہوئے، صفیں چیرتے ہوئے، فوج اور پولیس کی گولیوں سے بے خوف پار اتر جاتے ہیں اور احمدی عورتوں اور بچوں کو نکال لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس عرصہ میں ان کو خراش تک نہیں آتی۔ جبکہ کئی سکھ جن کی تعداد معین نہیں وہ ان لاٹھیوں سے ہی مارے گئے۔

تو یہ واقعات بتاتے ہیں کہ احمدیت کوئی مسیح موعود کا لگایا ہوا پودا نہیں یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جس کو اللہ نے آپ کے ہاتھ سے لگوایا ہے اور یہ پودا کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ یہ لازماً بڑھے گا اور لازماً ہمیشہ ترقی کرتا چلا جائے گا اور دشمن کی پھونکیں اس روشن چراغ کو کبھی بجھا نہیں سکیں گی''۔

(خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 73-72)

مکرم عدنان احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ

کونگو کنشاسا کے کاٹانگا (Katanga) ریجن میں تیسرا جلسہ سالانہ

لوبمباشی (Lubumbashi) کونگو کنشاسا کے صوبہ کاتانگا (Katanga) کا دارالحکومت ہے اور ملک کے انتہائی جنوب مشرق میں زیمبیا (Zambia) کے قریب واقع ہے۔ یہ کونگو کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہاں پر جماعت احمدیہ کا قیام 2003ء میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں کی جماعت کو اپنا تیسرا جلسہ سالانہ مؤرخہ 30/جنوری کو کرنے کی توفیق ملی۔

جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں نومبائعین نے کئی کاموں مثلاً بینرز لکھنے اور جلسہ گاہ کی تیاری میں بڑے جوش سے حصہ لیا۔ جلسہ کے انعقاد کی غرض سے ایک کالج کا ہال کرایہ پر لیا گیا تھا۔

جلسہ سالانہ کا آغاز دوپہر بارہ بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی نظم ''وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا'' کے چند اشعار ترنم سے پڑھ کر سنائے گئے۔ ازاں بعد مکرم امیر صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو جلسہ کی تقاریر سے مستفید ہونے کی تلقین کی اور دعا کروائی۔

اس کے بعد مکرم حسین عیدی صاحب نے دین میں طہارت کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے دین میں طہارت کی اہمیت کو واضح کیا۔

مکرم منور ذکوان صاحب نے دین میں عورتوں کے حقوق کے موضوع پر تقریر کی اور اس بارہ میں دین کی اعلیٰ تعلیمات پیش کرتے ہوئے دوسرے مذاہب پر اس کی برتری ثابت کی۔ اس تقریر کے ساتھ پہلے سیشن کا اختتام ہوا۔

دوسرے سیشن کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعدہٗ نظم ''ہمارا خلافت پہ ایمان ہے'' پیش کی۔ جس کے بعد مکرم محمود کیکانگالا صاحب نے دین اور اقتصادی و معاشی امن کے عنوان پر تقریر کی جس میں انہوں نے دین کے خوبصورت اقتصادی نظام کو بڑے احسن رنگ میں پیش کیا اور ثابت کیا کہ دین کے اقتصادی اصولوں پر عمل کر کے ہی دنیا میں معاشی امن قائم ہو اور رہ سکتا ہے۔

قارئین الفضل سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اس علاقہ میں دین حق کا نور جلد روشن کر دے اور احمدیت کے ذریعہ دین حق کا بول بالا ہو۔

بقیہ از صفحہ 6 - اشکوں کے چراغ

ہمارا کیا ہے

کس قدر وضع دار ہیں ہم لوگ
قبر میں بھی سفید پوش رہے

تاریخ بتاتی ہے کہ بہت خدا بننے والے آئے اور چلے گئے۔ خدا وہی ہے جو ایک ہے۔ خدا وہی ہے جو خدا ہے۔

سمت ہے اس کی نہ حد
قل ہو اللّٰہ احد!

یہ غزل الغزلات خدا کی احدیت اور اس کی احدیت کے سایہ میں ستانے والوں کا نغمۂ مستانہ ہے۔

چلتے چلتے مضطر نے ہمارے اور اپنے مرحوم یار پروفیسر نصیر احمد خاں کو جو خراج پیش کر دیا اس کا ذکر کئے بغیر بات ختم کرنے کو جی نہیں مانتا۔

تم بھی اے کاش کہہ سکو مضطر
شعر کوئی نصیر خان سا ایک

محترم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

نابغہ روزگار محترم چوہدری محمد علی صاحب کا مجموعہ کلام

اشکوں کے چراغ پر ایک نظر

ہر زمانہ میں ایسے نابغے موجود رہے ہیں جو اپنی فنی بصیرت، فکری پختگی، زبان و بیان پر بے پناہ قدرت، حرفوں کی مزاج شناسی اور لفظوں کی طلسم گری کی وجہ سے اپنا وجود منواتے اور علمی و ادبی دنیا میں اپنا مقام بزورِ فن منواتے ہیں۔ انہیں کسی کی توصیف و ثنا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کا کہا خود ان کا مقام متعین کرتا ہے۔ ان کا قول ہوتا ہے

ہم نے اظہار کی راہیں کھولیں
ہم نے لفظوں سے بغاوت کی ہے

اور لفظوں کے یہ کھلاڑی ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جب وقت یہ پکارنے لگے کہ

''تم عہد کے حالات رقم کیوں نہیں کرتے؟''

تو اس وقت یہی لوگ اپنی اپنی زبور اٹھائے سامنے آجاتے ہیں۔

میں ایسے ہی ایک نابغہ کا ذکر کرنے جا رہا ہوں جس نے اکیسویں صدی میں نئے لہجہ کی غزل الغزلات تصنیف کی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ''لفظ مر جائیں تو مفہوم بھی مر جاتے ہیں'' اس لئے اس نے لفظوں کو مرنے اور کاغذ کو خون سے بھرنے نہیں دیا۔ وہ اپنے عہد کے آشوب سے دوچار ہے۔ دیکھتا ہے اور حیران کہ

کس نے آنکھیں بنا کے پھینک دیا
اتنے چہروں کے درمیان ہمیں

اتنے چہروں میں اسے آدمی کوئی نہیں ملتا۔

جس سے پوچھو وہی فرشتہ ہے
کیا کوئی آدمی نہیں ہم میں

پھر خود ہی جواب دیتا ہے

جس سے پوچھو وہی فرشتہ ہے
آدمی کوئی خال خال ہوا

اس قحط الرجال کے زمانہ میں اس کے سامنے ایک ہی جواب ابھرتا ہے کہ ہزار سال کے بعد آسمان بولا ہے ازل سے یہی دستورِ آسمانی چلا آتا ہے کہ

رہائی ملتی ہے آواز کو اسیری سے
ہزار سال کے بعد آسمان بولتا ہے

اور سارے لوگ اس کے سامنے سینہ سپر ہو کر اس کا راستہ روکنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اسی ہمہ گیر مخالفت نے اسے سوچنے پر اکسایا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ

لوگ اتنے خلاف ہیں اس کے
وہ کہیں عہد کا رسول نہ ہو

اس نے محسوس کیا

خوشبو پہن کے نکلی ہے آواز عہد کی
لگتا ہے کوئی صاحب الہام آئے گا

گل مراد کھلا تھا ہزار سال کے بعد
چمن کا ورنہ روایات پر گذارا تھا

میں اپنی ذات سے آگے سفر پہ کیا جاتا
کہ اس جزیرے کے چاروں طرف کنارا تھا

مگر اس نے اپنی ذات کے جزیرے کو تج کر وقت کے مامور کا دامن تھام لیا۔ غزل الغزلات اپنے عہد کے رسول کی مہما میں لکھی گئی ہے۔ ''اشکوں کے چراغ'' اس دور کی زبور ہے۔ مظفر عارفی اپنے مرشد کے لفظوں میں ''میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا اشکار'' کا مظہر ہے۔ اس کا نعرہ ہے کہ

اب نہ الفاظ کے کژدم ہیں نہ آواز کے سانپ
اب کسی جھوٹ کو آئے گا نہ اژدر ہونا

وہ وقت بھی آیا کہ

لفظ ننگے پاؤں ننگے سر بھرے بازار میں
پھر رہے تھے اور ان کو ٹوکتا کوئی نہ تھا

شاعر نے انہیں ٹوکا تو

پھر وہی اظہار کی سولی ہے اور مضطر ہوں میں
پھر مجھے لفظوں نے آگھیرا اکیلا دیکھ کر

ایک دو لحظوں کے لئے اسے گماں تو ہوا ہوگا کہ شاید وہ تنہا ہے مگر اندر کی آواز نے اسے دلاسا دیا

اسے اتنی حقارت سے نہ دیکھو
اکیلا ہے مگر تنہا نہیں ہے

یہ ایک اکیلی روح کی شاعری ہے جس کی تنہائی آباد اور جس کی آواز اپنے عہد کی آواز ہے۔

منصور ہوں میں آخری صدی کا
سولی مرا انتظار کر لے

وہ اپنی سولی کے انتظار میں چشم براہ ہے اور سولی اس کی راہ تک رہی ہے۔ بیسویں صدی میں اس کے ہم عصر شعرا نے دار و رسن اور سولی کے بہت مضمون باندھے ہیں مگر اس کی سولی انوکھی ہے۔

جس کے نصیب میں ہو کھلے شہر کی صلیب
اس خوش نصیب کی ہو خوشی کا ٹھکانہ کیا

کھلا شہر؟

اب آج سے اس شہر کا ہر شخص ہے مجرم
نوٹس یہ کھلے شہر کے تھانے پہ لگا ہے

یہ بیسویں صدی کا انوکھا واقعہ تھا کہ شہر کے شہر کے خلاف فردِ جرم عائد ہوئی۔ کسی کو اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ عام عوام بے حس، خواص مصلحت پسند، دانشور خاموش اور لوگ خوف زدہ ہو جائیں تو وہی رجیم مسلط ہو جاتی ہے جس کے بارہ میں مشتاق احمد یوسفی نے کہا ہے کہ ''اس دور زیاں میں جب بھی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتا ہوں لگتا ہے اس رجیم سے مراد یہی رجیم ہے''۔ (آبِ گم صفحہ 16)۔ زمانہ اسی کھوج میں ہے

سولی کو جو سجا سکے وہ سر تلاش کر
اے شیخِ شہر پھر کوئی کافر تلاش کر

اور میں

عاشقِ صادق ہوں فرزانہ نہیں
میرے اندر عقل کا خانہ نہیں

اس لئے زمانہ سازوں نے اپنی کرسی بچانے کی فکر میں ایک پورے گروہ وفا شناساں کو کافر قرار دے دیا

وہ اک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں
اسے کسی نے تو کافر قرار دینا تھا

حکومت میں اور ملا میں گٹھ جوڑ ہوا۔

حکومت اور ملائے حزیں میں
سنا ہے کتخدائی ہو رہی ہے

ہوئی مگر

آسماں پر ہو چکا تھا فیصلہ اس کے خلاف
وہ جو تھا اہل زمیں نے فیصلہ لکھا ہوا

ہمیں نے وقت کی دہلیز پر کھڑے ہو کر
اسے کہا تھا کہ جلدی میں فیصلہ نہ کرے

کیونکہ

زمین سب سے بغل گیر ہو کے پوچھتی ہے
وہ کون ہے کہ جو مجھ سے معانقہ نہ کرے

مگر اس کو اپنی کرسی کا زعم تھا

نہ شوخی بگھار اپنی کرسی کی اتنی
مکافات سے کچھ تو ڈر احتیاطاً

مگر اس کے سر پر سنیچر سوار تھا۔ کوئی منتر کام نہ آیا

بید جی کرسی کے کاٹے کا بھی کچھ کرتے علاج
کوئی پوتھی کھول لیتے کوئی منتر دیکھتے

ہمارا کہا اس کی سمجھ میں نہ آیا

ہم فقیروں کے قتل سے پہلے
اپنے انجام پر نظر کرنا

تم عہد کی آواز سے ڈر کیوں نہیں جاتے
پندار کی سولی سے اتر کیوں نہیں جاتے

اور پھر وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے

جس کا دعویٰ تھا مری کرسی بڑی مضبوط ہے
ذکر اس کا داستاں در داستاں کوئی نہ تھا

میں ایک ہوں کبھی تقسیم نہیں ہو سکتا
اگرچہ بانٹ لو تم مل کے آدھا آدھا بھی

منسوخ نہ ہو سکوں گا ہرگز
قدرت کا اٹوٹ فیصلہ ہوں

بولوں تو ہوں عہد کی علامت
خاموش رہوں تو معجزہ ہوں

پھر وہ دور آ گیا جب ایک نئی سولی گاڑ دی گئی

ہم مؤذن ہیں عہد کے لیکن
کوئی دینے بھی دے اذان ہمیں

جو نیا شخص اٹھا اس کا حال یہ تھا

سوائے اپنے اسے کچھ نظر نہ آتا تھا
فقیہہ شہر کے سر میں فتور اتنا تھا

سارے ملک کے اخباروں کی گویا لگامیں کھل گئیں۔ ہر قسم کا رطب و یابس چھپنے لگا۔ سچ لکھنے پر پابندی لگ گئی۔ جھوٹ لکھنا اہل ہوس کا شیوہ ٹھہرا اور آذوقہ۔

اگر آتا نہ ہو انکار پڑھنا
کبھی اس عہد کے اخبار پڑھنا

تم اپنا جھوٹ خود پڑھ کر سنا دو
ہمیں آتا نہیں سرکار پڑھنا

اور اگر ہم نے سچ لکھنا چاہا تو

لگتا ہے نماز پڑھ رہے ہیں
لفظوں کی کٹی ہوئی ہیں بانہیں

مگر اتنی تسلی رہتی ہے

دھوپ کی شدت ہے سولی تک
آگے سایہ ہی سایہ ہے

پھر وہی ہوا جو ایسوں کا انجام ہوا کرتا ہے۔

نسخہ بن کر پس جاؤ گے نادانو
جب تقدیر کا ہاون دستہ بولے گا

جس کو ہر لیکھرام جانتا ہے
میں وہی مرگِ ناگہانی ہوں

یہ سارا پس منظر اس شہر آشوب کا ہے جس سے مضطر عارفی اور اس کا قبیلہ گذرا۔ اس نے لفظوں کے استعمال میں بچت کی نہ اسراف۔

کوئی تو سمجھے گا اس عہد کے آدم کی زباں
شہر مسحور میں کوئی تو بشر بھی ہو گا

وہ اس کوہ ندا کی آواز سن کر پتھر نہیں ہوا۔ اس نے کہا

ہم اشاروں میں بات کرتے ہیں
ہم نے ڈالی نئی زبان کی طرح

سب راستے گزرتے ہیں اس کے قریب سے
صحرائے نینوا میں جو چیئرنگ کراس ہے

میں بھی پیاسا ہوں کسی کی دید کا
میرے اندر بھی ہے اک تھرپارکر

چاند کھڑا ہے مدت سے دروازے پر
چہرہ بھی پیلا سا ہے بیمار نہ ہو

اشکوں میں ہیں انا کی چٹانیں چھپی ہوئی
جیسے سمندروں میں ہمالے پڑے ہوئے

کوچہ و بازار میں برسا لہو
بادلوں کی رت میں آنکھیں آئیاں

عشق اس کے عہد میں بے دست و پا ہو جائے گا
آنکھ استنبول سینہ قرطبہ ہو جائے گا

اور اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ

خدا کرے آسماں کا خیمہ رہے سلامت
مکین بھی اب تو کہہ رہے ہیں مکاں گرے گا

اپنے سائے سے ڈر رہے ہیں لوگ
جی رہے ہیں نہ مر رہے ہیں لوگ

یہ اس عہد کا المیہ ہے جس کو ہمارے کم فہم حاکموں اور پیٹ پرست ملاؤں نے مل کر پیدا کیا ہے۔ مضطر نے کیا سادہ انداز میں بات کہی ہے کہ

سب دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں
جس قدر صاحبان بیٹھے ہیں

کہ یہ غلط تو نہیں کہ

کشتۂ تیغ انا لگتا ہے
واعظِ شہر خدا لگتا ہے

باقی صفحہ 5 پر

مکرم راشد احمد بلوچ صاحب

ایک اونٹنی کی ہلاکت
ایک قوم کی تباہی۔ ایک نشان

کئی پہلوؤں سے منفرد اور ممتاز یہ کہانی مبنی ہے حق وصداقت پر۔ یہ سبق آموز ہے اور ایمان افروز بھی۔ اس میں تذکیر بھی ہے اور تحذیر بھی۔ نصیحت کا سامان بھی ہے اور درس عبرت بھی۔

یہ کہانی ہے ایک اونٹنی کی۔ لیکن یہ کوئی معمولی اونٹنی نہیں تھی بلکہ غیر معمولی عظمت اور شان کی حامل تھی۔ یہ اونٹنی خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی کی اونٹنی تھی۔ یہ اونٹنی خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوئی اور "ناقۃ اللّٰہ" کہلائی یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی۔ پھر اس اونٹنی کی عظمت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا ذکر قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں محفوظ کر دیا گیا اور اسے "اٰیۃ" یعنی عظیم الشان نشان قرار دیا گیا۔ اس کے ذریعہ ایک قوم کی آزمائش کی گئی اور جن لوگوں نے اس اونٹنی کو تکلیف پہنچائی اور ظلم سے کام لیتے ہوئے اسے مار ڈالا وہ خدا کے غضب کا نشانہ بنے، خدا کا قہران پر ٹوٹا اور وہ نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک کئے گئے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ یہ قوم بڑی ترقی یافتہ وخوشحال اور متمول تھی لیکن قسما قسم کی برائیوں میں مبتلا تھی۔ حضرت صالحؑ نے ان لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز رہنے کی تعلیم دی۔ انہوں نے اپنی قوم کو تقویٰ کی نصیحت کی اور بتایا کہ میں تم سے اس تعلیم کے بدلہ کچھ نہیں مانگتا۔ تم دنیاوی لھو ولعب میں پڑ کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہو مگر عزت حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ جو لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ان کی پیروی مت کرو۔ اس طرح وہ لوگ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ان کے پیچھے مت چلو۔

یہ تھا وہ پیغام جو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا مگر انہوں نے ہنسی اور تمسخر میں آپ کے اس پیغام کو اڑا دیا۔ پھر مختلف اعتراضات الزامات آپ پر لگاتے رہے۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے کھانا دیا جارہا ہے۔ یعنی ہمیں تباہ کرنے کے لئے کوئی غیر ملکی مدد تجھے مل رہی ہے اور یوں انہوں نے آپ پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا۔ پھر یہ لوگ اس سے بھی آگے بڑھے اور آپ کو گالیاں دینے لگے۔ انہوں نے کہا۔ "کیا خدا کی وحی ہم میں سے صرف اس پر نازل کی گئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ سخت جھوٹا اور متکبر ہے۔ یوں یہ لوگ بتدریج اپنی دشمنی اور عداوت میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ بالآخر انہوں نے حضرت صالحؑ کے قتل کا منصوبہ بنایا لیکن خدا نے ان کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا اور اس سے قبل ہی وہ ایک خوفناک زلزلہ سے تباہ کر دیئے گئے۔

حضرت صالحؑ نے جب قوم کو خدا کا پیغام پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا تو انہوں نے کہا "اے صالح اس سے قبل تو ہماری امیدوں کا مرکز تھا۔ اب کیا تو باوجود اس عقل و دانش کے ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ ہم ایسی چیز کی عبادت کریں جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہیں۔

پھر جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت صالحؑ پیغام توحید کی اشاعت سے نہیں رکتے اور ہمارے جھوٹے پروپیگنڈے اور صبح و شام کی گالی گلوچ کے باوجود حق پھیلتا چلا جارہا ہے اور روز بروز حضرت صالحؑ پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے حضرت صالحؑ اور آپؑ کے ساتھیوں پر شب خون مار کر انہیں ہلاک کرنے کا ایک خوفناک منصوبہ بنایا۔

اگرچہ قوم کی اکثریت حضرت صالحؑ پر ایمان نہیں لائی تھی اور بعض کھلم کھلا اور بعض اپنی خاموشی کے ذریعے شریک جرم تھے لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی مخالفت میں پیش پیش ائمۃ التکفیر کی تعداد نو تھی۔ انہیں نو اکابرین کفر نے یہ خطرناک سازش تیار کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اور شہر میں نو آدمی تھے۔ جو ملک میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہم سب اس کے ساتھیوں پر حملہ کریں گے۔ پھر جو بھی اس کے خون کا مطالبہ کرنے آئے گا ہم اس سے کہیں گے کہ ہم نے اس کے اہل کے ہلاکت کے واقعہ کو نہیں دیکھا اور ہم یقیناً سچے ہیں۔" (النمل:49)

الغرض یہ سازش تھی جو حضرت صالحؑ کے خلاف تیار کی گئی لیکن قبل اس کے کہ دشمن آپؑ اور آپؑ کے اہل پر شب خون مارتے خدا تعالیٰ کی تقدیر ایک اور رنگ میں ظاہر ہوئی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

"اور انہوں نے ایک تدبیر کی اور وہ جانتے نہیں تھے پھر دیکھ کہ ان کی تدبیر کا کیا نتیجہ نکلا۔ ہم نے ان کو اور ان کی سب قوم کو تباہ کر دیا"۔ (النمل:51، 52)

لوٹنے نکلے تھے جو امن و سکون بیکساں
خود انہی کے لٹ گئے حسن و شباب زندگی

ہوا یوں کہ حضرت صالح علیہ السلام کے پاس ایک اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر آپؑ پیغام حق پھیلانے کے لئے ارد گرد کے علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے اور قریہ قریہ بستی بستی پھر کر دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ آپؑ کی اس تبلیغ سے مکذبین کا دل بہت دکھتا تھا اور گویا آپؑ کی یہ دعوت الی اللہ ان کے سینوں میں انگارے دہکا دیتی تھی۔

چونکہ اس زمانے میں آج کی طرح پریس اور مطبع خانے تو نہیں ہوتے تھے کہ آپ کتب شائع کرتے یا رسائل و اخبارات کے ذریعہ خدا کا پیغام دنیا میں پھیلاتے۔ نہ ہی آج کی طرح ریل گاڑیاں یا جدید سواریاں موجود تھیں جن کے ذریعہ سفر کر کے آپؑ تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ کے پاس تبلیغ کا واحد ذریعہ وہ اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر آپ تبلیغی سفروں پر جاتے تھے لیکن اس طرح ملک میں آپ کا چلنا پھرنا منکرین کو سخت ناپسند تھا۔ اس سے ان کی دل آزاری ہوتی تھی اور وہ آپ کے دینی تگ و دو کو انتہائی نفرت اور غصہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قدم کے طور پر آپ کے تبلیغی سفروں میں روکیں ڈالنے کی کوششیں شروع کیں۔ جب آپ تبلیغ کے لئے ارد گرد کے علاقوں میں نکل جاتے تو کسی جگہ کے لوگ آپ کی اونٹنی کو زمین میں چرنے سے روکتے تھے اور کئی لوگ اپنے گھاٹوں سے نبی کی اونٹنی کو پانی پینے سے روکتے تھے۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اونٹنی کو جب پانی اور چارہ وغیرہ نہ ملا تو یہ خود بخود اس قسم کے سفروں سے رک جائے گی اور تبلیغ بند ہو جائے گی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اس طرح اشاعت حق میں روکیں کھڑی کرنے سے باز رہنے کی بارہا تلقین کی اور فرمایا اس اونٹنی کو کچھ نہ کہو اسے آزادی سے ملک میں پھرنے دو کیونکہ یہ خدا کی اونٹنی ہے اور اسے تمہارے لئے ایک نشان مقرر کر دیا گیا ہے۔ اگر تم نے اسے نقصان پہنچایا تو یاد رکھو کہ ایک دردناک عذاب تم پر پڑنے والا ہے۔

یہ اونٹنی کس طرح نشان تھی؟ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب دیا کرتے تھے کہ عرب اور دوسرے ممالک میں دستور تھا کہ بادشاہ اپنی طاقت کے اظہار کے لئے کوئی جانور چھوڑ دیا کرتے تھے اور اعلان کر دیا کرتے تھے کہ اسے کچھ نہ کہو اگر کوئی کچھ کہتا۔ تو وہ اسے تباہ کر دیتے تھے۔ اسی طریق کی نقل میں حضرت صالحؑ نے اپنی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نشان مقرر کیا۔ کہ تمہاری دیرینہ رسم کے مطابق اس اونٹنی کو بھی نشان مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر تم اسے دکھ دو گے۔ وہ اللہ گورنمنٹ کا مقابلہ سمجھا جائے گا اور تم عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

(تفسیر کبیر جلد 3 ص 215)

مزید فرمایا

میرے نزدیک اس نشان کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دیرینہ رسم کی طرف اشارہ نہ ہو بلکہ حضرت صالحؑ کا یہ مطلب ہو کہ تبلیغ کے لئے مجھے ادھر ادھر پھرنے دو اور اس میں روک نہ ڈالو۔

آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

ایک تیسرے معنے بھی میرے نزدیک اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ حضرت صالحؑ نے تجربہ سے جب یہ معلوم کیا کہ ان کا دوسرے لوگوں سے ملنا جلنا فساد کا موجب ہوتا ہے اور عوام الناس سے زیادہ ملنے کا موقعہ چشموں اور جانور چرانے کی وادیوں میں ہی ہوتا ہے اس لئے انہوں نے خدا کے حکم سے فساد دور کرنے کے لئے ایسا انتظام کیا کہ جو عام چراگاہ تھی اس سے اپنی جانوروں کو روک دیا اور کوئی دوسری افتادہ زمین .... اس امر کے لئے منتخب کر لی۔ اس طرح اونٹنی کو پانی پلانے کے لئے بھی انہوں نے عام وقت جو پانی پلانے کا تھا اسے چھوڑ دیا اور دوسرا وقت .... مقرر کر لیا۔

حضرت صالحؑ کی طرف سے ان تمام انتظامات کے باوجود بھی مخالفین اپنی مخالفت سے باز نہ آئے اور اپنی دشمنی میں بڑھتے چلے گئے۔ حضرت صالحؑ نے انہیں بار بار تنبیہ کی کہ تم اپنی مخالفت سے باز آجاؤ اور اس اونٹنی کو کچھ مت کہو۔ اسے اللہ کی زمین میں چرنے دو مبادا خدا کا عذاب تم کو پکڑ لے۔

حضرت صالحؑ کی اس تنبیہ کا ذکر کئی مقامات پر قرآن مجید میں آیا ہے۔

سورۃ اعراف میں فرمایا:

یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے بطور نشان ہے پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر ایسا کیا تو تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ (الاعراف:74)

اسی طرح سورۃ ھود میں فرمایا:

اور اے میری قوم! یہ وہ اونٹنی ہے جسے خدا نے تمہارے لئے نشان بنایا ہے اس لئے تم اسے آزاد پھرنے دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں چل پھر کر کھائے پئے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں ایک جلد آنے والا عذاب پکڑ لے گا۔ (ھود:65)

اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی تقریباً یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ اگر تم نے اونٹنی کو نقصان پہنچایا تو ایک برے دن کا عذاب تم کو آ پکڑے گا۔

(الشعراء:157)

حضرت صالح علیہ السلام کی بار بار تنبیہ کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور جب ان منکرین نے دیکھا کہ ان کی اشاعت دین کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے تو بالآخر انہوں نے اشاعت حق پر مکمل پابندی کا ارادہ کیا اور آپ کے دینی سفروں کے واحد ذریعہ یعنی ناقۃ اللّٰہ کو جان سے

مار ڈالنے کا پختہ فیصلہ کرلیا اور اس غرض کے لئے انہوں نے اپنے راہنما اور سردار کو منتخب کیا تا وہ آپؑ کی اونٹنی کو ختم کردے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے سردار کو بلایا جس پر وہ دوڑتا ہوا آیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جس نے یہ فعل کیا وہ قوم کا بدترین شخص تھا اور اسے اشقی کہا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

''ثمود نے اپنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کی وجہ سے زمانہ کے نبی کو جھٹلایا اس وقت جبکہ اس کی قوم میں سے سب سے بڑا بدبخت اس نبی کی مخالفت کے لئے کھڑا ہوا۔'' (الشمس:12-13)

اگرچہ اس اونٹنی کو اس قوم کے سردار اور راہنما نے قتل کیا تھا اور اس کی کونچیں کاٹی تھیں لیکن چونکہ اس نے یہ فعل قوم کے مطالبہ پر کیا اور قوم کی اکثریت عملاً یا اپنی خاموشی کے ذریعہ اس جرم میں شریک تھی اس لئے قرآن میں اس بات کے لئے پوری قوم کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

''پھر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی (اعراف:68)

الغرض جب اس طرح اس اونٹنی کو مار کر حضرت صالح علیہ السلام کی اشاعت دین کا سلسلہ بند کردیا گیا تو خدا تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بھڑکا اور ایک ہولناک زلزلہ نے انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''پس انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے رہ گئے۔ (اعراف:79)

پھر فرمایا:

''اور جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا تھا انہیں اس عذاب نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں عذاب کی وجہ سے چمٹے ہوئے رہ گئے اور زلزلہ کی وجہ سے مکان ان کے اوپر گر گئے۔'' (النمل:53)

ان پر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ایسا عذاب نازل ہوا کہ............ کہ گویا وہ اس ملک میں کبھی رہے ہی نہیں تھے۔

سورۃ الشّمس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

انہوں نے اس نبی کی بات نہ مانی بلکہ اس کو جھٹلا دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تب ان کے گناہ کے سبب ان کے رب نے ان پر پے در پے ضربیں لگائیں اور اس (بستی) کو ہموار کردیا۔

اگرچہ ایک نہایت خوفناک اور عظیم عذاب تھا لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور یوں خدائی تقدیر غالب آئی۔

ع کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

تاریخ مذاہب کا یہ عظیم الشان واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیوں بیان فرمایا؟ آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی کیوں خبر دی گئی؟ کیا یہ محض ایک افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس قسم کے واقعات میں مومنین کے لئے سبق کے علاوہ بعض پیشگوئیاں بھی مضمر ہوئی ہیں آنحضرتؐ کو اس کے ذریعہ خبر دی گئی کہ آپؐ کے مخالفین بھی آپؐ کے اشاعت دین میں روکیں ڈالیں گے مگر آپ آزردہ نہ ہوں کیونکہ حضرت صالحؑ کے منکرین کی طرح یہ بھی مرمٹ جائیں گے اور انجام کار آپؐ کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پھیلے گی یہاں تک کہ صرف یہی دین ہوگا جو تمام ادیان پر غالب ہوگا۔

الغرض اس قوم کی ہلاکت میں اہل علم و دانش کے لئے بصیرت افروز نشانات ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور انہیں دوسروں پر غلبہ بخشتا ہے اور ہمیشہ اپنے خدائی وعدہ کو سچا کر دکھاتا ہے کہ بے شک میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ یہ خدائی وعدہ ہمیشہ سچا اور پورا ہوتا آیا ہے اور کفار جب بھی خدا کے انبیاء کے مقابل کھڑے ہوئے ہیں تو وہ کان لم یغنوا فیھا کی تصویر بن کر دوسروں کے لئے باعث عبرت بنے ہیں۔

مکرم حکیم محمد افضل فاروق صاحب

راہ مولیٰ میں قربان ہونے والے اور عمدہ اوصاف کے مالک میرے بیٹے مکرم قریشی محمد اعظم طاہر صاحب کا ذکر خیر

26 ستمبر 2009ء کو دو ظالم قاتلوں نے میرے بیٹے قریشی محمد اعظم طاہر صاحب پر پستول سے فائر کرکے انہیں راہ مولیٰ میں قربان کردیا۔ 26 ستمبر 2009ء کا دن ہمارے لئے خوشیوں کا دن تھا کیونکہ اس دن خاکسار کے دوسرے لڑکے عزیزی محمد انور قمر کی بیٹی کی شادی اور رخصتانہ بھی تھا۔ نکاح کی تقریب عمل میں آئی پھر مہمانان کرام کو کھانا کھلایا گیا۔ بارات واپس خیریت سے روانہ ہوئی۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ اس خوشی کے ساتھ ایک غمناک واقعہ بھی ہوگا۔ شام کو یہ اندوہناک اطلاع ملی کہ عزیزم محمد اعظم طاہر صاحب اپنی بیٹی اور ان کے دو بچوں کو موٹر سائیکل پر سوار کر کے اپنے گھر جا رہے تھے۔ جس سڑک پر وہ جا رہے تھے اس کا کچھ حصہ سنسان تھا۔ وہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک دو جوان مع پستول نمودار ہوئے۔ محمد اعظم نے موٹر سائیکل کی اگلی لائٹ سے ان کو دیکھ لیا۔ چنانچہ انہوں نے موٹر سائیکل کو واپس موڑا تو ایک بچہ گر پڑا۔ اس بچے کو اٹھایا ہی تھا کہ وہ دونوں بھاگ کر اعظم صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی کنپٹی پر پستول رکھ کر فائر کردیا۔ اس کی بیٹی نے شور مچایا مگر سنسان جگہ ہونے سے کوئی مدد کو نہ آیا۔ اس نے اپنے موبائل کے ذریعہ چچاؤں کو فون کیا تو وہ اس سڑک کی طرف دوڑے اور آکر دیکھا۔ محمد اعظم خون میں لت پت سڑک پر پڑا تھا۔ کوئی سواری نہ تھی جو فوراً ہسپتال پہنچاتی۔ آخر کار سوئی گیس والی ویگن آئی جس کے ذریعہ ہسپتال لے جایا گیا۔ مگر کافی دیر ہونے اور زیادہ خون نکلنے سے اسی جگہ جان جانِ آفریں کے سپرد ہوگئی۔ اے جانے والے خدا تعالیٰ تجھ پر راضی ہوا اور تو اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا۔ خاکسار کو اطلاع ملی۔ باوجود بڑھاپے اور انجائنہ کا مریض ہونے کے دل پر پتھر رکھ کر یہ صدمہ برداشت کیا۔ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تعزیت نامہ نے دل کو مضبوط کیا اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوا۔

مرحوم خدمت خلق میں آگے رہا کرتا تھا۔ بہادر، دلیر اور شریف النفس تھا۔ باجماعت نمازیں ادا کرنے والا، خلافت کا جانباز۔ اپنی جماعت میں عرصہ سے سیکرٹری مال کے عہدہ پر چلے آرہے تھے۔ چندہ دہندگان کے پاس گھر گھر جا کر چندے وصول کرتے۔ یہی دھن سوار تھی کہ جماعت کا کوئی فرد بقایادار نہ ہو۔ اسی طرح ہر سال بجٹ سے زیادہ چندہ داخل کراتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی قربانی کا حال خطبہ جمعہ میں فرمایا اور نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

سرکاری ہسپتال میں روزانہ ڈیوٹی ادا کرنے جاتے اور ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی مریضوں کو ادویات دیتے اور شام کو واپس گھر آتے۔ ان کا ہسپتال شہر سے دس کلومیٹر دور تھا۔ شہر میں بھی ان کے کافی مریض تھے جو واپس آکر ان کو دس بجے رات تک دیکھنے اور علاج معالجہ کرتے تھے۔ اس لئے ہر مریض کے لئے ہر دلعزیز تھے۔ ہسپتال میں اکثر غریب اور مفلس بیمار آتے۔ مرد و زن سب کی تیمارداری کرتے اور بعض ایسے مریض بھی آتے جن کے پاس سرکاری پرچی کے پیسے نہ ہوتے تو اپنی جیب سے ادا کرتے اور دوائیں دیتے۔ خالی ہاتھ واپس کسی کو نہ بھیجتے۔ اس لئے ہر غریب اور بے کس کی دعائیں لیتے۔ اس ہسپتال کے اردگرد علاقے رتڑ لعل، بکھری، ہیڈ پنجہ، دھورکوٹ، ترنڈ بشارت، خیرپور وغیرہ کے مواضعات سے روزانہ بکثرت مریض آتے اور دوائیں لے جاتے۔ 16،15 سال سے اسی ہسپتال میں ڈیوٹی ادا کر رہے تھے۔ اگر کسی وقت تبادلہ ہوتا تو ان علاقوں کے لوگ ان کے بڑے آفیسر ڈی ایچ او کے پاس جا کر تبادلہ رکوا دیتے تھے۔ یہ سب ان کے اخلاق، پیار محبت اور خلوص کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ عرصہ دراز سے اسی ہسپتال میں مقیم تھے۔ اس المناک سانحہ کا جب ان علاقوں کے لوگوں کو علم ہوا تو دھاڑیں مار کر روتے ہوئے افسوس کے لئے گھر آئے۔ چہرہ دیکھ کر زار و قطار روتے اور کہتے کہ اب ہمیں اس جیسا ہمدرد ڈاکٹر کیسے ملے گا، جو غریبوں کا خیر خواہ تھا۔ شہر کے معززین اور شہریوں نے بھی اس واقعہ کا سن کر بہت افسوس کیا اور کہا تھا کہ اس شہر اوچ شریف اور اس کے اردگرد علاقوں میں ایسا ہمدرد ڈاکٹر شاید ہی مل سکے۔ بہرحال اس کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ مرکز کو علم ہونے پر مرکزی نمائندگان اور ایم ٹی اے کی ٹیم آگئی اور آکر سب واقعات اور حال کی تصویر کھینچی اور اسی ہسپتال گئے اور ان علاقوں کے لوگوں کے تاثرات قلمبند کئے۔

خاکسار نے مرحوم کو جبکہ وہ میٹرک پاس کر چکے تھے۔ مشورہ دیا کہ بیٹا تمہارے باپ دادا پردادا حکیم چلے آرہے ہیں۔ یہ ہمارا جدی پیشہ ہے۔ لہٰذا تم طبیہ کالج میں داخلہ لے لو۔ اس وقت ربوہ میں طبیہ کالج تھا۔ لہٰذا داخل ہوگیا۔ دو یا تین سال بعد طبیہ کالج ربوہ بوجوہ بند کر دیا گیا۔ لہٰذا اس نے گورنمنٹ طبیہ کالج بہاولپور میں بقیہ تعلیم حاصل کی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے چار سال کا مکمل کورس پورا کرلیا اور گورنمنٹ طبیہ کالج بہاولپور سے ڈگری حاصل کی۔ کچھ عرصہ ٹاؤن کمیٹی اوچ شریف کے یونانی دواخانہ میں بحیثیت طبیب کام کرتے رہے۔ لیکن ٹاؤن کمیٹی نے یونانی شفاخانہ بند کردیا۔ عزیزی محمد اعظم کو میڈیکل ٹیکنیشن کا داخلہ مل گیا۔ دو سالہ کورس پاس کیا اور یونانی حکمت اور ڈاکٹری کی میڈیکل ٹیکنیشن کی ڈگری مل گئی اور مبارک پور کے سرکاری ہسپتال میں ملازمت مل گئی۔ اسی طرح مرحوم نے دونوں حکمت اور میڈیکل میں عبور حاصل کرکے باپ دادا کا نام روشن کیا۔ سرکاری ہسپتالوں میں تبادلے بھی ہوتے رہے اور ایک تجربہ کار حکیم اور ڈاکٹر بن گئے۔ اب وہ سرکاری ہسپتال رتڑ لعل میں کام کررہے تھے کہ اچانک یہ حادثہ پیش آگیا۔

مرحوم نے پسماندگان میں تین بیٹے، ایک بیٹی اور ایک بیوہ کے علاوہ والدین یعنی خاکسار اور پانچ بھائی اور پانچ ہمشیرگان چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ آمین

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

کراٹے

کراٹے کی ابتدا کے کچھ شواہد چھٹی صدی عیسوی میں ملتے ہیں کراٹے میں چین اور جاپان کی تاریخ کافی قدیم ہے۔ کراٹے جاپانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''خالی ہاتھ'' ہیں یعنی یہ غیر مسلح ذاتی دفاع کا مارشل آرٹ ہے۔ جاپان چین اور کوریا کے علاوہ بھی کئی ممالک میں کراٹے، تائیکوانڈو اور اس طرح کے مارشل آرٹ کو عوام کی بہت زیادہ دلچسپی حاصل ہے۔

احترام سبت، ایک تاریخ، ایک حکم

مکرم سید سلیم احمد صاحب

لفظ ’’سبت‘‘ کے معانی کاٹنے، رکنے، مونڈنے، آرام کرنے اور سبت کا دن منانے وغیرہ کے ہیں عبرانی زبان میں اس کا تلفظ شبت (Shabbat) ہے۔ یہ دن جمعہ کے روز غروب آفتاب سے لے کر ہفتہ کی رات تک منایا جاتا ہے اور یہود اس کو انتہائی مقدس، مطہر اور پاکیزہ مانتے ہیں جس دوران ہر قسم کے کاروبار، نوکریاں، شکار اور دیگر لا تعداد امور کی انجام دہی شرعاً اور بائبل کے عہد نامہ قدیم کی مختلف کتب کی رو سے ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق کل انتالیس امور سے اہل کتاب کو سبت کے روز منع کیا گیا ہے۔ ان ممنوعات میں کاروبار جیسے امر سے لے کر گھریلو خواتین کے کنویں سے پانی نکالنے تک کے کام کی مناہی شامل ہے۔

یہودی مورخین یوم سبت کی فرضیت، اہمیت اور خصوصیت کی دو مذہبی اور ایک عقلی وجوہ بیان کرتے ہیں مذہبی وجوہ میں سبت عہد نامہ قدیم کے مطابق خداتعالیٰ کا تخلیق کائنات کے مشاغل سے فرصت پاکر ساتویں روز آرام کرنا بیان کی جاتی ہے نیز ان کے نزدیک دوسری توجیہہ بنی اسرائیل کی مصر میں مظالم کے بعد ہجرت وغیرہ کے واقعات کو یاد کرنا ہے۔ عقلی توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سبت کا روز نوکروں، مویشیوں اور باربرداری کے جانوروں کیلئے آرام کا دن مقرر رہے۔

بنی اسرائیل پر یوم سبت کی فرضیت کا ذکر پرانے عہدنامہ کی کتاب خروج کے بیسیویں باب میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

’’چھ دن تک تو محنت کرکے اپنا سارا کام کاج کرنا لیکن ساتویں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیرے لونڈی نہ تیرا چوپایہ نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا‘‘۔

پرانے عہد نامہ کے مطابق اس دن کو مکمل پابندی سے منانے اور کاروبار زندگی سے اس روز اجتناب میں سہولت کی خاطر خداتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ہر جمعہ کے روز من وسلویٰ کی دوگنی مقدار اُتاری تاکہ ہفتہ کے روز مکمل توجہ کے ساتھ سبت کے تقدس کا لحاظ رکھا جاسکے خداتعالیٰ کی طرف سے دی گئی آسانیوں اور انعامات کے باوجود بنی اسرائیل، ان کے علماء، فقیہی و فریسی برابر یوم سبت کی بے حرمتی کرتے رہے۔ ہفتہ کے روز جب سبت ہوتا ہر قسم کے کاروبار مچھلی ودیگر جانوروں وغیرہ کا شکار اور سفر معمول کے مطابق جاری رہا کرتا۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ، بائبل اور تاریخ کی کتب سے یہود کی خداتعالیٰ کے احکام سے لاتعلقی اور بے پرواہی ثابت ہے۔ نحمیاہ باب 13 میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے جبکہ اناجیل اربعہ کے مطابق حضرت مسیح ناصری پر گرفت کرنے کیلئے جب یہودی علماء نے آپ پر سبت کی خلاف ورزی کا الزام عائد کیا تو آپ نے ان کو جواب میں بعض بنی اسرائیلی انبیاء اور فقیہوں کی بائبل میں مذکور سبت کے روز مصروفیات کا حوالہ دے کر ملزم کیا۔

سبت کے روز یہودی عبادت گاہ (Synagogue) میں صبح کی سروس کے دوران تورات کا کچھ حصہ باآواز بلند پڑھا جاتا ہے جس کے بعد Haftara جو کہ بعض انبیاء کی منتخب کردہ تحریرات ہیں گنگنائی جاتی ہیں۔ نیز اس دن حمدیہ منظوم حصہ تورات پڑھا جاتا ہے۔ دوران عبادت معبد میں موجود ایسا یہودی نوجوان جو گزشتہ ہفتہ کے کسی روز اپنی عمر کے تیرھویں سال کو پہنچ گیا ہو اپنا مذہبی سن بلوغت (Bar Mitzvah) منا کر Haftara گنگناتا ہے۔

یہودی گھرانوں میں گھریلو خواتین سبت کے آغاز کے وقت جمعہ کے روز غروب آفتاب سے قبل سفید موم بتیاں روشن کرتی اور خدا کی تقدیس کے گیت گاتی ہیں گھروں میں دوپہر کے وقت ’’سبتی طعام‘‘ ہوتا ہے اور قدوسیت کا گیت (Qiddush) گایا جاتا ہے۔ سبت کی اختتامی تقریب کیلئے معبد میں دوبارہ Qiddush ناشتہ سے قبل گا کر عبادت کی جاتی ہے اور Havdala کے نام سے موسوم ’’حصول برکت‘‘ کی تقریب سبت کے اختتام کا اعلان کہلاتا ہے۔ (Havadala) سے مراد سبت اور ہفتہ کے دیگر ایام میں فرق اور پاکیزہ، پلید روشنی وتاریکی میں تمیز ظاہر کرنا ہے۔

یہودی علماء اور مورخین اپنے مذہب پر ہونے والے اس اعتراض کی تردید کرتے ہیں کہ سبت کا تہوار دراصل پڑوسی اور حاکم تہذیبوں کے تہواروں سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ کہ یہودی بعض زورآور اقوام کے ڈر سے ان کی رسومات اور تہواروں میں اپنے سبت کو سموتے آئے ہیں۔ یہود پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ بابلیوں کے تہوار Shapattu سے متاثر ہو کر Sabeth منانا شروع کردیا۔ اس کے جواب میں یہودی علماء دعوے دار ہوتے ہیں کہ بابلی تہذیب کے تہوار کا تعلق قمری سال سے ہے جبکہ سبت اس کے برعکس ہے Happer's Bible Dictionary کے مطابق بابلیوں میں سالانہ قمری کیلنڈر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ماہ کی پورے اور مکمل چاند کی رات کو جو پندرھویں رات تھی Shapattu کا تہوار منایا جاتا تھا جس کو ’’دیوتا کے دل کو خوش کرنے کا دن‘‘ کہا جاتا ہے اور تخلیق کائنات کے احسان خداوندی کو یاد کیا جاتا تھا۔

یہودیت میں موجود سبت کے تمام ایام کا تعلق کسی نہ کسی طرح قمری سال کے مختلف مہینوں اور ایام سے ثابت ہوتا ہے۔ یہودیوں کے مذہبی کیلنڈر کے پانچویں مہینہ Shevat کے آخری ہفتہ سے ساتویں مہینہ Nisan کے روز اول تک کل 4 سبت ہیں جن میں ہر ایک کیلئے معبد میں دوران عبادت جُدا جُدا Haftara منتخب کی جاتی ہیں۔ Sheqalim (Shekels یعنی پابندیاں) ایک ایسا سبت ہے جس کا تعلق ٹیکس اور محصولات وغیرہ سے ہے۔ Zakhor سبت (ذکر، یاد کرنا) بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت کے بعد ریگستانوں میں ان پر کئے جانے والے عمالیق کے مظالم کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

عید فسح کی آمد سے قبل اس کی تیاری اور طہارت نفس کی خاطر ایک سبت Para کے نام سے منایا جاتا ہے جبکہ اسی عید فسح سے چند روز قبل Ha.Hodesh کا سبت بھی یہود کے مذہبی کیلنڈر کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہودی مذہبی کیلنڈر میں مہینوں اور ان کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بسا اوقات ان میں تبدیلی بھی کردی جاتی ہے بہرحال ان چار بیان کردہ سبوت کے مجموعہ کو اربع پَرَشِیُوت (Arba Parashiyyot) کہتے ہیں۔ عید فسح کے معاً بعد آنے والی سبت کو ’’سبت عظیم‘‘ Shabbat-Ha-Gadot کہتے ہیں۔

قرأتِ تورات کا دور مکمل ہونے اور نیا دور شروع ہونے کے سنگم پر Sabeth Bereshit یعنی ’’آغاز کا سبت‘‘ منایا جاتا ہے۔ Sabeth Shira یعنی ’’سبت نغمہ‘‘ مناتے وقت یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خروج باب 15 میں مندرج فاتحانہ گیت گاتے ہیں عید فسح اور عید فطیر کے آخری ایام میں دوبار حَوت ھاموعید (Hot-Ha-Mo'ed) کا سبت منایا جاتا ہے۔

مسیحی بھی آغاز سے سبت کو پابندی کے ساتھ مناتے تھے اور اناجیل اربعہ میں یسوع مسیح کا سبت کے روز معبد میں عبادت کرنا اور متعدد جگہ مذکور ہے مگر حضرت مسیح ناصری قوانین سبت اور سبتی پابندیوں میں بامر مجبوری رعایت روا رکھتے تھے۔

(لوقا کی انجیل باب 6)

اناجیل اربعہ کے مطابق حضرت مسیح ناصری جب مصلوب ہونے کے بعد ساتویں روز (اتوار کا دن) ’’دوبارہ جی اٹھا‘‘ تو اس روز سے مسیحوں نے بنی اسرائیل پر فرض یوم سبت کی بجائے اتوار کے روز کو جو یسوع مسیح کی حیات ثانی کا دن تھا مقدس ماننا شروع کردیا۔ مفسرین بائبل اور انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد 9 اس کی تائید کرتے ہیں۔ ایک مفسر بائبل میتھیو ھینری رقمطراز ہیں۔

’’اس دن کو خدا کی عزت اور بزرگی کیلئے خوشی سے منایا جائے یہ وہی دن ہے جسے خداوند نے مقرر کیا اگر ہم اسے مسیحی سبت سمجھیں تو قطعاً غلط نہ ہوگا۔ جس کو ہم مسیح کے جی اٹھنے کی یاد میں پاک مانتے ہیں اور اس دن وہ رد کیا ہوا پتھر سر بلند ہونے لگا‘‘۔

(تفسیر الکتاب جلد دوم ص 285 میتھیو ھینری کامنٹری کا اردو ترجمہ چرچ فاؤنڈیشن سیمینارز لاہور)

ہفتہ کو سبت منانے کی بجائے مسیحیوں کے اتوار کو مقدس جاننے کی اس مبینہ مذہبی تاویل کے علاوہ، بعض مصنفین اور تاریخ دان اس بات کے بھی قائل ہیں کہ مسیحی اقوام نے غیر یہودی طاقت ور اقوام کے ڈر اور اثر ورسوخ کے سبب ان کے آرام اور احترام کے اتوار کے دن کو محترم سمجھنا شروع کردیا۔ چنانچہ جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد 10 میں درج ہے کہ حضرت مسیح ناصری کے حواریوں کے زمانہ سے آرین اقوام کا مقدس دن اتوار مسیحیوں کی نظر میں بھی مقدس مانا جانے لگا تھا۔

فی زمانہ آرتھوڈکس یہودی تو مکمل پابندیوں کے ساتھ سبت مناتے ہیں جبکہ Conservative یہودی مختلف المسلک ہیں۔ کچھ یہودی سبت کے روز سفر وغیرہ کو روا رکھتے ہیں جبکہ Reforms Jews بسا اوقات اتوار کو سبت مناتے ہیں۔

پوسٹ ریفارمیشن مسیحیوں میں سے چند گروہ مثلاً سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ والے ہفتہ کو ہی آرام اور عبادت کا دن مناتے ہیں اور اسے سبت قرار دیتے ہیں یہود و نصاریٰ کی سبت کے متعلق خدائی احکام کی خلاف ورزی اور سزاوار ٹھہرنے کا ذکر قرآن کریم نے بار بار کیا ہے۔

بیویاں ناجائز مطالبات نہ کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’مومن کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے۔ بعض گھروں میں ہر وقت لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ بعض عورتیں ناجائز مطالبات کرتی ہیں جن کو پورا کرنا خاوند کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ اس صورت میں جھگڑا بڑھتا ہے اور یا تو خاوند بیوی پر ظلم کرتے ہیں یا پھر مطالبات پورے کرنے کے لئے قرض لینا شروع کردیتے ہیں اور بعد میں قرض ادا نہیں کرسکتے۔ اس طرح ایک شیطانی چکر چل جاتا ہے جو بعض ناجائز مطالبات کرنے کی وجہ سے اور صبر کا دامن چھوڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گھروں میں ان حالات کی وجہ سے بچے باہر سکون تلاش کرتے ہیں اور اولادیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ جب ماں باپ کو ہوش آتی ہے تو وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے‘‘۔

(خطاب مستورات برموقعہ جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 4 ستمبر 2004ء از الفضل انٹرنیشنل 24 ستمبر 2004ء)

سالانہ تقریب تقسیم انعامات

مدرسۃ الظفر ربوہ

بفضل اللہ تعالیٰ مدرسۃ الظفر ربوہ کو اپنی سالانہ تقریب تقسیم انعامات مورخہ 13 مئی 2010ء کو بمقام سبزہ زار اقامۃ الظفر دارالصدر شمالی ہدیٰ ربوہ منعقد کرنے کی توفیق سعید حاصل ہوئی۔

تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ تھے۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم طارق محمود طاہر صاحب استاد مدرسۃ الظفر ونگران مجلس علمی نے مدرسۃ الظفر کی تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں پر مشتمل سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ۔

مدرسۃ الظفر فی الحال وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ کی بالائی منزل پر واقع ہے۔ تاہم مدرسہ اور اقامہ کی علیحدہ عمارت کے منصوبہ پر کام جاری ہے۔ 2004ء سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری کے بعد طلباء مدرسۃ الظفر کو تین سالہ نصاب پڑھایا جارہا تھا۔ جبکہ گزشتہ سال سے منظوری کے بعد درجہ ممھدہ کی مستقل کلاس شامل کر کے اب یہ نصاب چار سالوں پر محیط ہو چکا ہے۔ تعلیمی لحاظ سے سال کو دو سمسٹرز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس وقت مدرسہ میں چار کلاسوں میں طلباء کی کل تعداد 80 ہے۔ امسال مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والی کلاس 40 طلباء پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے طلباء کی علمی استعداد بڑھانے کے لئے مدرسہ اور اقامہ میں لائبریری کا نظام قائم ہے جس میں 12 ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔ جماعتی اخبارات ورسائل کے علاوہ بعض دیگر اداروں کے علمی، مذہبی اور ادبی اور سائنسی شمارے بھی لائبریری میں آتے ہیں۔ مدرسہ میں اس وقت کل 11 اساتذہ ہیں۔ ان کے علاوہ آنریری طور پر مکرم قاری محمد عاشق صاحب قرآن کریم ناظرہ پڑھا رہے ہیں۔ مجلس علمی مدرسۃ الظفر کے زیرانتظام پورے سال پر پھیلا کر علمی مقابلہ جات منعقد کروائے جاتے ہیں جس کیلئے طلباء کو ہلال، قمر اور بدر تین گروپس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس سال حمدیہ اور نعتیہ محفل کے علاوہ کل 17 انفرادی واجتماعی مقابلہ جات کروائے گئے جن میں مقابلہ تلاوت، نظم خوانی، نداء، تقریر اردو فی البدیہہ، مضمون نویسی، تقریر اردو، تقریر عربی' تقریر انگریزی، حفظ ادعیہ، مطالعہ کتب، خطبات امام، دینی معلومات، بیت بازی، لطائف، کسوٹی، پیغام رسانی اور مطالعہ قرآن کے مقابلہ جات شامل ہیں۔ ان مقابلہ جات میں کل 74 طلباء نے حصہ لیا۔ جن کے انعامات آج کی اس سالانہ تقریب میں دیئے جارہے ہیں۔ اسی طرح سالانہ امتحان 09-2008ء میں کلاسز میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو بھی انعام دیئے جا رہے ہیں۔

تربیتی جلسہ جات، تحقیقی وعلمی لیکچرز اور بزرگان سلسلہ ومربیان کرام کی ملاقات کے لئے قائم مجلس ارشاد کے زیراہتمام امسال جلسہ سیرت النبیؐ، جلسہ یوم مسیح موعود اور جلسہ یوم مصلح موعود کا انعقاد کیا گیا اور مجالس میں بزرگان سلسلہ وعلماء کرام کو خطاب کے لئے مدعو کیا جاتا رہا۔ اسی طرح ساتھ ساتھ طلباء سے بھی جلسوں میں تقاریر کروائی گئیں۔

نیز بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے مربیان اور معزز مہمانوں سے بھی وقتاً فوقتاً طلباء کی ملاقات کروائی جاتی رہی۔

اساتذہ کے مابین علمی موضوعات پر گفتگو اور حاصل مطالعہ کے بیان کے لئے مجلس حقائق الاشیاء کے نام سے ایک مجلس بھی قائم ہے جس کے تقریباً ہر دو ہفتے بعد منعقد ہونے والے پروگرام اساتذہ کے علم میں اضافے کا موجب بن رہے ہیں۔

مدرسہ میں سمعی بصری کا شعبہ بھی قائم ہے جس کے زیرانتظام روزانہ ہر کلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ترجمۃ القرآن سنانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات وخطابات ودیگر پروگرامز کی ریکارڈنگ کا بھی انتظام موجود ہے۔ نیز اس شعبہ کے تحت مدرسہ میں دفتری کاموں، رزلٹ امتحانات کی تیاری، لائبریری کتب کے ریکارڈ وغیرہ کے لئے کمپیوٹرز بھی رکھے گئے ہیں جن کی آپس میں نیٹ ورکنگ کی گئی ہے۔ طلباء کے ادبی ذوق کو بڑھانے کیلئے دوران کلاس مختلف مشاعروں کی ریکارڈنگ دکھانے کے علاوہ مختلف شعراء کے ساتھ شعری نشستوں اور ادبی محفلوں کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امسال بھی ایک شعری نشست کا انعقاد کیا گیا۔

طلباء کی ورزشی سرگرمیوں میں روزانہ عصر کے بعد پی ٹی اور مختلف کھیلیں شامل ہیں۔ طلباء کے کھیلنے کے لئے ہوسٹل کے احاطہ میں ہی 3 والی بال کی تین بیڈمنٹن کی اور ایک رنگ کی گراؤنڈ کے علاوہ ٹیبل ٹینس کا ٹیبل بھی موجود ہے۔ نیز سوئمنگ کے علاوہ طلباء دارالرحمت وسطی کی گراؤنڈ میں فٹ بال بھی کھیلتے ہیں۔ ہر سال سہ روزہ ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے جاتے ہیں۔ امسال مورخہ 16 تا 18 فروری 2010ء یہ مقابلہ جات کروائے گئے جس کے لئے طلباء کو تین گروپس دیانت، شجاعت اور صداقت میں تقسیم کیا گیا۔ اس سال کل 34 انفرادی واجتماعی مقابلہ جات مثلاً والی بال فٹ بال، میرو ڈبہ، سائیکل ریس، روک دوڑ وغیرہ کروائے گئے۔

ان کھیلوں کے انعامات ورزشی مقابلہ جات کی اختتامی تقریب منعقدہ 18 فروری 2010ء میں دیئے گئے۔ دوران سال ہائیکنگ پروگرام کے تحت گرمیوں کی تعطیلات میں آخری کلاس کے طلباء کو ہائیکنگ کیلئے بھجوایا جاتا ہے۔ امسال بھی درجہ ثالثہ کے 40 طلباء کو مختلف گروپس میں تقسیم کر کے اساتذہ کرام کی نگرانی میں ہائیکنگ کے لئے بھجوایا جائے گا۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدرسہ کے پاس 28/افراد کیلئے ہائیکنگ کا مکمل سامان موجود ہے۔ جس میں ہر سال اضافہ کیا جا رہا ہے۔ دوران سال تمام طلباء وسٹاف اور کارکنان کی 2 پکنکس بیوت الحمد پارک ربوہ اور دوسری گٹ والا پارک فیصل آباد میں کروائی گئیں۔

دوران سال گرمیوں کی تعطیلات میں درجہ ممھدہ، اولیٰ اور ثانیہ کے طلباء کی مختلف شہروں اور دیہاتوں میں وقف عارضی کروائی جاتی ہے۔ امسال کل 40 طلباء وقف عارضی کے لئے جائیں گے۔

گرمیوں کی تعطیلات میں ایک ماہ کیلئے درجہ ثالثہ کے تدریسی وتربیتی کیمپ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں خاص طور پر ترجمۃ القرآن، عربی، کلام، فقہ، دینی معلومات اور ہندو مذہب پڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح کمپیوٹر کلاس اور کوکنگ کی عملی ٹریننگ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ نیز درجہ ثالثہ کے تمام طلباء سے مختلف علمی و تحقیقی عناوین پر مقالہ جات بھی لکھوائے جاتے ہیں۔ ہر سال اللہ کے فضل وکرم سے مدرسہ میں آنے والے تمام طلباء کو وصیت کے بابرکت نظام میں شامل کروایا جاتا ہے۔ الحمدللہ اس سال بھی نئی آنے والی کلاس کے تمام طلباء نظام وصیت میں شامل ہو چکے ہیں۔ نظامت ارشاد وقف جدید ہر سال فارغ التحصیل معلمین کا ریفریشر کورس کرواتی ہے۔ جس کا انتظام وانصرام مدرسۃ الظفر کے سپرد ہوتا ہے۔ چنانچہ مورخہ 18 تا 24 نومبر 2009ء میں فارغ التحصیل معلمین کرام کا ریفریشر کورس بھی کروایا گیا۔ طلباء کی رہائش کیلئے ہوسٹل دارالصدر شمالی ھدیٰ میں واقع ہے۔ جسے اقامۃ الظفر کا نام دیا گیا ہے۔

رپورٹ کے بعد محترم مہمان خصوصی نے علمی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشنز حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے۔ ان تمام علمی مقابلہ جات میں بلال گروپ درجہ ثانیہ کے مکرم مظفر احمد مشاق صاحب مثالی طالب علم قرار پائے۔ تقسیم انعامات کے بعد محترم مہمان خصوصی نے اپنے مختصر خطاب میں طلباء کو علمی ودینی خدمات کے حوالے سے بعض اہم نصائح سے نوازا۔ مکرم اسفندیار منیب صاحب پرنسپل مدرسۃ الظفر نے مہمان خصوصی، دیگر مہمانان اور شرکاء کا تہ دل کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اور بعدازاں تمام حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

(ایم۔اے رشید)

مکرم طارق محمود مظفر صاحب ریجنل مشنری

اپر ایسٹ ریجن گھانا میں تین بیوت الذکر کا سنگ بنیاد اور ایک کانفرنس کا انعقاد

شعبہ تربیت گھانا کے تحت تین ماہ کے لئے گھانا کے مختلف ریجنز سے 15 سرکٹ مشنریز کو منتخب کر کے Overseas, Upper East Region میں تربیت نومبائعین کے لئے بھجوایا گیا۔ یہ ایک پسماندہ علاقہ ہے اور کچھ عرصہ قبل ہماری دعوت الی اللہ کی ٹیم کو یہاں بیعتیں ملی تھیں۔ چنانچہ ان کی تربیت کی غرض سے مربیان کو وہاں بھجوایا گیا۔ ان مربیان نے وہاں تین ماہ ایک ہی جماعت میں قیام کیا اور تربیت کا کام کیا۔ اس عرصہ تربیت کے بعد مورخہ 20/فروری کو ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔

کانفرنس سے قبل نومبائعین کی ایک جماعت میں ایک بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب میں مکرم مولوی محمد یوسف یاسن صاحب نائب امیر اول و قائم مقام امیر و مشنری انچارج، مولوی محمد بن صالح صاحب نائب امیر دوم، حافظ احمد جبریل سعید صاحب نائب امیر سوئم کے علاوہ جماعت کے دیگر معززین شامل ہوئے۔ مقامی طور پر گاؤں کے چیف کی نمائندگی میں اسمبلی مین نے شرکت کی۔

Overseas کانفرنس میں جماعت کے وفد کے علاوہ آس پاس کے گاؤں کے چیفس، ان کے نمائندے ودیگر معززین نے شمولیت کی۔ کانفرنس میں جماعت احمدیہ کا تعارف، امام مہدی کا مشن جیسے موضوعات نے نومبائعین میں احمدیت کی روح پھونک دی۔ کانفرنس میں ایک ہزار چھ سو پچاس مرد وزن و بچوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے اختتام پر حاضرین کو سوالات کا موقع دیا گیا۔

نماز کی ادائیگی اور لنچ کے بعد کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔

اگلے روز مورخہ 21/فروری کو Upper East Region میں ہی واقعہ Bunkpurugu سرکٹ میں واقع دو جماعتوں Najon اور Nakpandoni میں دو بیوت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں مکرم قائم مقام امیر صاحب و نائبین، چیفس، ایلڈرز وغیرہ نے شمولیت کی۔ ان دو بیوت الذکر میں سے ایک بیت الذکر کے اخراجات ایک مخلص احمدی دوست اٹھا رہے ہیں۔

آخر پر دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ جماعت کو مزید ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 16/اپریل 2010ء)

❁❁❁❁❁❁

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

سانحہ ارتحال

مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب نائب ناظر مال آمد تحریر کرتے ہیں۔

مکرمہ رحمت بیگم صاحبہ بیوہ مکرم صوفی عبدالمجید صاحب مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ میر پور آزاد کشمیر مورخہ 27 مئی 2010ء کو شام 6 بجے 80 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرحومہ نیک پابند صوم وصلوٰۃ تہجد گزار نہایت مہمان نواز، ہمدردی کے جذبہ سے سرشار خلافت احمدیہ سے والہانہ محبت ولگاؤ رکھتی تھیں واقفین سلسلہ کی خدمت واطاعت سعادت سمجھتی تھیں اور یہی وصف اپنی اولاد کو سکھایا۔ مورخہ 27 مئی کو رات ساڑھے نو بجے میر پور آزاد کشمیر میں ان کی نماز جنازہ مکرم محمد یوسف بٹ صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب ومہمانان نے شرکت کی۔ مرحومہ کی میت بغرض تدفین ربوہ لائی گئی مورخہ 28 مئی بعد نماز جمعہ بیت المبارک ربوہ میں نماز جنازہ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم خلیل احمد تنویر صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن نے دعا کروائی۔ مرحومہ حضرت نور محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی بیٹی اور مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مرحوم مربی سلسلہ اور مکرم بابو محمد لطیف صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کی ہمشیرہ تھیں۔ مرحومہ نے پسماندگان میں 4 بیٹے مکرم عبدالعزیز صاحب، مکرم عبدالحامد صاحب، مکرم عبدالحفیظ صاحب، مکرم عبدالرزاق صاحب صدر جماعت میر پور آزاد کشمیر اور ایک بیٹی مکرمہ امۃ المجید مسرت صاحبہ اہلیہ مکرم شمس الدین صاحب رحمٰن کالونی ربوہ چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کی زندگی میں ان کے دو بیٹے مکرم عبدالحی صاحب مرحوم سابق صدر جماعت کھروٹہ میر پور آزاد کشمیر، مکرم عبدالرشید صاحب مرحوم سابق سیکرٹری مال وناظم انصاراللہ ضلع میر پور آزاد کشمیر وفات پا گئے۔ آپ نے نہایت صبر اور حوصلہ اور وفا سے یہ صدمات برداشت کئے۔ احباب جماعت سے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات نیز پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

پتہ درکار ہے

مکرم رانا نذیر احمد صاحب ولد فتح علی صاحب وصیت نمبر 42679 نے حئی پولٹری فارم جام گوٹھ P/O ملیر سٹی کراچی سے وصیت کی تھی ان کا مئی 2009ء تک دفتر وصیت سے رابطہ رہا ہے۔ اس کے بعد ان کا دفتر وصیت سے رابطہ منقطع ہے اگر موصوف خود یا ان کے عزیز واقارب یہ اعلان پڑھیں تو براہ کرم دفتر وصیت سے رابطہ کریں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

فری مٹاپا کیمپ

فضل عمر ہسپتال میں فری مٹاپا کیمپ مورخہ 9 جون 2010ء کو بوقت 10:00 بجے تا دوپہر 1:30 بجے آؤٹ ڈور گراؤنڈ فلور فضل عمر ہسپتال میں لگایا جائے گا۔ اس کیمپ میں جدید مشینوں کے ذریعہ ماہر ڈاکٹرز کی زیرنگرانی جسم میں چربی اور پٹھوں کی مقدار جانچنے/دوا اور خوراک تجویز کرنے میں مدد مل سکے گی۔ احباب وخواتین اس کیمپ سے استفادہ کیلئے ہسپتال تشریف لائیں اور مزید معلومات کیلئے استقبالیہ سے رجوع فرمائیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

سانحہ ارتحال

مکرم قیصر محمود صاحب کارکن وکالت تعلیم تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے والد محترم چوہدری خالد ممتاز صاحب ولد مکرم چوہدری فضل الٰہی صاحب سابق صدر محلّہ دارالعلوم جنوبی بشیر ربوہ مورخہ 24 مئی 2010ء کو بعمر 77 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اگلے روز 25 مئی کو ان کی نماز جنازہ بیت المبارک میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ نے دعا کروائی۔ آپ اپنے حلقہ میں ایک لمبا عرصہ بطور سیکرٹری امور عامہ اور نائب صدر کے طور پر خدمت کرتے رہے۔ جبکہ 1997ء تا 2010ء (13 سال) دارالعلوم جنوبی بشیر کے صدر حلقہ رہے۔ آپ نماز باجماعت کے عادی، تہجد گزار، نیک سیرت، نہایت محنتی اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے پسماندگان میں چھ بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں مکرم ظفر ممتاز صاحب کو نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ، مکرم مبشر ممتاز صاحب کو فضل عمر ہسپتال اور خاکسار کو وکالت تعلیم اور خدام الاحمدیہ میں بطور نائب مہتمم مقامی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ دیگر بیٹوں میں مکرم شمیم خالد صاحب جرمنی، مکرم شفیق خالد صاحب منہاس کولنگ سنٹر، مکرم ساجد منہاس صاحب خالد سائیکل ورکس دارالرحمت وسطی ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے والد صاحب کے ساتھ مغفرت و رحمت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم لیفٹیننٹ کرنل (ر) ہومیو ڈاکٹر رفیق احمد بھٹی صاحب صدر حلقہ سبزہ زار راولپنڈی تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر طیبہ جبین صاحبہ مورخہ 7/اپریل 2010ء کو حرکت قلب بند ہونے سے راولپنڈی میں وفات پا گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 10/اپریل کو صبح بیت العطاء راولپنڈی میں مقامی طور پر نماز جنازہ ہوئی اسی دن بعد نماز عصر بیت مبارک ربوہ میں مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر رشتہ ناطہ نے پڑھائی موصیہ ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی مرحومہ نیک اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ مرحومہ مکرم مرزا نثار احمد صاحب فاروقی مرحوم کی بیٹی تھیں جو جلسہ سالانہ قادیان میں اکثر فارسی اور اردو کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ مرحومہ حضرت مرزا رمضان علی صاحب مرحوم کی پوتی تھیں جو حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے۔ مرحومہ مکرم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب مرحوم میڈیکل مشنری سیرالیون ابن حضرت چوہدری مولا بخش صاحب مرحوم رفیق حضرت مسیح موعود کی بہو تھیں۔ مرحومہ کے پسماندگان میں خاکسار کے علاوہ تین بیٹے مکرم ڈاکٹر فرید احمد صاحب امریکہ، مکرم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب، مکرم نثار احمد صاحب سافٹ ویئر انجینئر امریکہ (زیرتعلیم)، دو بہوئیں مکرمہ ڈاکٹر نمود سحر صاحبہ، مکرمہ رضوانہ کشور صاحبہ، ایک پوتا عزیزم دانیال احمد اور ایک پوتی عائشہ چھوڑی ہیں۔ احباب سے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما کر ان سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

اعلان دارالقضاء

(مکرم عطاء الوحید صاحب ترکہ عبدالرحمٰن صاحب)

مکرم عطاء الوحید صاحب نے درخواست دی ہے کہ میرے والد محترم عبدالرحمٰن صاحب وفات پا چکے ہیں ان کے نام قطعہ نمبر 13/16 دارالیمن برقبہ 1 کنال میں سے 10 مرلے منتقل کردہ ہے۔ لہٰذا یہ حصہ میرے نام منتقل کر دیا جائے دیگر ورثاء کو اعتراض نہ ہے۔

تفصیل ورثاء

1۔ مکرمہ نسیم اختر صاحبہ (بیوہ)
2۔ مکرم عبداللہ وہاب صاحب (بیٹا)
3۔ مکرم عبدالودود صاحب (بیٹا)
4۔ مکرم عطاء الوحید صاحب (بیٹا)
5۔ مکرم اعجاز احمد صاحب (بیٹا)
6۔ مکرم عطاء الرحیم صاحب (بیٹا)
7۔ مکرمہ امۃ الحی صاحبہ (بیٹی)
8۔ مکرمہ عطیۃ القدوس صاحبہ (بیٹی)
9۔ مکرمہ ثمینہ نزہت صاحبہ (بیٹی)

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس منتقلی پر اگر کوئی اعتراض ہو تو وہ تیس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

مسلم لیگ نے تقسیم ہند کا منصوبہ منظور کیا

3 جون 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا تھا۔ جس کی تائید میں قائداعظم محمد علی جناح، پنڈت جواہر لال نہرو اور بلدیو سنگھ نے بھی نشری تقریریں کی تھیں اور یوں ایک طرح سے ماؤنٹ بیٹن کے منصوبے کی رسمی منظوری دے دی تھی۔ مگر قائداعظم نے اپنی تقریر میں یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ اس منصوبہ کی منظوری کا حتمی فیصلہ مسلم لیگ کونسل ہی کر سکتی ہے۔ جس کا اجلاس انہوں نے 9 جون کو طلب کیا ہے۔

چنانچہ 9 جون 1947ء کو قائداعظم کی زیر صدارت امپیریل ہوٹل نئی دہلی میں مسلم لیگ کونسل کا خصوصی اجلاس شروع ہوا ابھی اس اجلاس کی کارروائی شروع ہی ہوئی تھی کہ خاکساروں کے ایک جتھے نے ہوٹل پر ہلہ بول دیا۔ مگر مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے چاق و چوبند دستے نے، جو مولوی مشتاق حسین کی قیادت میں قائداعظم اور دیگر زعماء کی حفاظت کے لئے ہوٹل پر متعین تھا، بڑی جرأت اور اعلیٰ حوصلگی سے، خاکساروں کا یہ حملہ ناکام بنا دیا۔ خاکسار ابھی ہوٹل کی نصف سیڑھیاں بھی چڑھنے نہ پائے تھے کہ نیشنل گارڈز نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ جلد ہی پولیس بھی نیشنل گارڈ کی مدد کو پہنچ گئی اور اس نے خاکساروں پر قابو پا کر انہیں ہوٹل سے باہر نکال دیا۔

ادھر مسلم لیگ کونسل کا اجلاس جاری رہا۔ جس میں قائداعظم اور بعض دیگر رہنماؤں نے تقسیم ہند کے منصوبے پر اپنا موقف بیان کیا۔ اگلے دن اسی مقام پر مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دوبارہ منعقد ہوا۔ جس میں ایک قرارداد کے ذریعے قائداعظم کی عظیم الشان قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مجوزہ پلان کے بنیادی اصول کو سمجھوتے کی اساس بنا کر قبول کرنے کا کامل اختیار دے دیا گیا۔

یہ مسلم لیگ کے قائدین کا اپنے قائداعظم پر اعتماد کا بھرپور اظہار تھا اور ان کے اس اقدام نے تقسیم ہند کے منصوبے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

مسلم لیگ کونسل نے یہ تاریخی فیصلہ 10 جون 1947ء کو کیا تھا۔

خبریں

مقدمات کھولنے کا حکم آئین سے متصادم

وفاقی حکومت نے این آر او فیصلے پر نظر ثانی کے مقدمہ میں ایک جامع جواب سپریم کورٹ میں داخل کر دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ 31 جولائی کو جب سپریم کورٹ نے این آر او پر فیصلہ دیا تو وہ اس وقت موثر ہی نہیں تھا، این آر او آئین کے آرٹیکل 89 کے تحت قانون کے مطابق تیار کیا گیا، اسے پیپلز پارٹی اور جنرل مشرف یا دو افراد کے درمیان ڈیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ اس وقت کی حکومت کا متفقہ قانون تھا۔ عدالت کا سوئٹزر لینڈ اور پاکستان میں مقدمات دوبارہ کھولنے کا حکم آئین کے آرٹیکل (A)13 سے متصادم ہے۔ سوئس پراسیکیوٹر جنرل بھی کہہ چکے ہیں کہ اب کوئی مقدمہ بحال نہیں ہوسکتا، این آر او سے فائدہ اٹھانے کا باب بند ہو چکا ہے، اس سے فائدہ لینے والوں کے خلاف اب کارروائی نہیں کی جاسکتی۔

پاکستان سے اچھے تعلقات بھارت کے مفاد میں ہیں

بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے کہا ہے کہ پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات بھارت اور پورے خطے کے مفاد میں ہیں۔ بامعنی مذاکرات اسی صورت میں ممکن ہیں جب پڑوسی ملک اپنی سرزمین سے دہشت گردی کا نیٹ ورک ختم کرے۔ انہوں نے کہا کہ ممبئی دہشت گرد حملوں نے پاکستان اور بھارت کے تعلقات متاثر کئے جنہیں بہتر بنانے کیلئے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مستحکم پاکستان بھارت کے مفاد میں ہے۔ خطے کے عوام کو خوشحال بنانے میں پاکستان کے ساتھ بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔

سمندری طوفان بھارت میں داخل، متاثرین کی گھروں کو واپسی

سمندری طوفان ''پیٹ'' سندھ کے ساحلی علاقوں سے ٹکرانے کے بعد بھارتی ریاست راجستھان کی حدود میں داخل ہو گیا، بارشوں کا سلسلہ تھم گیا، موسم صاف ہونے کے بعد سندھ اور بلوچستان کے ماہی گیروں کو سمندر میں جانے کی اجازت دے دی گئی، متاثرین نے ریلیف کیمپوں سے گھروں میں منتقل ہونا شروع کر دیا ہے۔

دبلی خواتین کو بریسٹ کینسر کا خطرہ زیادہ

سمارٹنس کو اب تک مختلف بیماریوں سے بچاؤ کی ایک وجہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ مٹاپے میں بہت سی بیماریاں چھپی ہوتی ہیں لیکن اب دبلی خواتین کیلئے بھی ان کا زیادہ دبلا پن باعث فکر ہوسکتا ہے۔ جدید تحقیق سے ظاہر ہوا ہے کہ جو خواتین زیادہ دبلی پتلی ہوتی ہیں ان میں بریسٹ کینسر کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ ریسرچ رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ 7 سال کی عمر میں جن لڑکیوں کا وزن زیادہ کم ہوتا ہے ان میں عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس بیماری کے خطرات زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ضرورت سیکیورٹی گارڈ وخادم بیت الذکر

دارالذکر لاہور کو 4 سیکیورٹی گارڈز اور 2 خادم بیت الذکر کی فوری ضرورت ہے۔ سیکیورٹی گارڈز کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلحہ بمعہ لائسنس رکھتے ہوں۔ خادم بیت الذکر کیلئے تعلیم کم از کم میٹرک ضروری ہے۔ ایسے احباب جماعت جو خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہوں وہ اپنی درخواستیں صدر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ نظارت صنعت وتجارت صدر انجمن احمدیہ ربوہ بھجوا سکتے ہیں اس کے علاوہ درج ذیل فون نمبرز پر رابطہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

047-6213773,0322-8056011

(نظارت صنعت وتجارت)

ماہر امراض جگر کی آمد

مکرم ڈاکٹر منصور حسن میاں صاحب جگر/شوگر اور جوڑوں کے امراض کے ماہر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں 12 جون 2010ء کو دوپہر 1:30 بجے سے شام تک اور 13 جون 2010ء کو صبح 7:30 بجے سے دوپہر تک مریضوں کا معائنہ کریں گے۔ احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی خدمات سے استفادہ کیلئے ہسپتال تشریف لائیں اور پرچی روم سے قبل از وقت اپنی رجسٹریشن کروالیں۔ مزید معلومات کیلئے استقبالیہ ہسپتال سے رجوع فرمائیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

گمشدہ نایاب فوٹو

3 جون 2010ء کو خاکسار سے اخبار نیو کینیڈا تقسیم کرتے ہوئے کسی دفتر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک نایاب بلیک اینڈ وائٹ تصویر گر گئی ہے۔ جن صاحب کو ملے ان سے گزارش ہے کہ خاکسار کو پہنچا دیں۔ طارق سعید 20/3 دارالصدر غربی قمر ربوہ فون نمبر: 047-6211021

بازیافتہ بٹوہ

ایک عدد بٹوہ جس میں کچھ نقدی اور ایک زنانہ شناختی کارڈ و دیگر کاغذات ہیں ملا ہے جس دوست کا ہو اپنی نشانی بتا کر دفتر صدر عمومی سے حاصل کرلیں۔ (جنرل سیکرٹری لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)

کامیاب علاج اور شفایابی کیلئے ہماری
PRESCRIPTION BOOK
کے مطابق علاج کروائیں۔ یہ Book 200 روپے میں بذریعہ V.P.P حاصل کریں
سجاد سنٹر ربوہ: 0334-6372030

ضرورت سٹاف
میٹرک پاس لڑکے اور لڑکیوں کی فوری ضرورت
مریم میڈیکل اینڈ سرجیکل سنٹر یادگار چوک ربوہ
047-6213944,6214499

نئی دکان نئی ورائٹی
چیتا، ڈان کارلوس، کالزہ، لیزہ، سکوز، ٹاز
تمام ورائٹی دستیاب ہے
سروس شوز پوائنٹ
کالج روڈ نزد گلشن احمد نرسری ربوہ
رابطہ نمبر: 047-6212173 موبائل: 0301-7970654

PREMIER EXCHANGE
Formaly Jakarta Currency Exchange co.'B' PVT.LTD.
co.'B' PVT.LTD.
DEALS IN ALL FOREIGN CURRENCIES
State Bank Licence No.11
Director: Adeel Manzar
Ph: 042-7566873, 7580908, 7534690
Fax: 042-7568060, Mobil: 0333-4221419
Shop # 31, Ground Floor, Latif Centre, (Jewellry Market) Ichhra Lahore

سمیع سٹیل ٹریڈرز
مینوفیکچرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز
اعلیٰ قسم کے لوہے کی چوکھاٹ کا مرکز
ڈیلرز: G.P_C.R.C_H.R.C شیٹ اینڈ کوائل
طالب دعا: میاں عبدالسمیع، میاں عمر سمیع، میاں سلمان سمیع
A-81 سٹیل شیٹ مارکیٹ لنڈا بازار لاہور
Mob:0300-8469946-0302-8469946
TeL:042-7668500-7635082

KOHISTAN STEEL
DEALERS OF PAKISTAN STEEL MILLS CORPORATION LTD AND IMPORTERS
219 Loha Market Landa Bazar Lahore
Tel:+92-42-7630066,7379300
Mob:0300-8472141
Talib-e-Dua:Mian Mubarik Ali

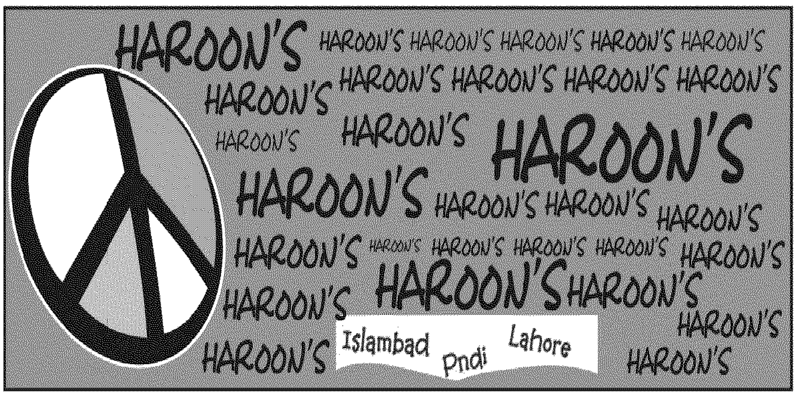

ربوہ میں طلوع وغروب 9 جون

طلوع فجر	3:32
طلوع آفتاب	5:00
زوال آفتاب	12:08
غروب آفتاب	7:15

حبوب مفید اٹھرا
چھوٹی ڈبی -/100 روپے بڑی -/400 روپے
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
NASIR ناصر
Ph:047-6212434 -6211434

پلاسٹک کے شاپنگ بیگ کا استعمال قومی صحت اور سرمایہ کیلئے نقصان دہ ہے
حکیم منور احمد عزیز
چک چٹھہ حافظ آباد والے
دارالفتوح شرقی ربوہ
فون 0476214029 موبائل: 03346201283

نورتن جیولرز ربوہ
فون 6214214
دکان 6216216
فون گھر: 047-6211971

ٹیڑھے دانتوں کا علاج فکسڈ بریسز سے کیا جاتا ہے
مجید کلینک گورونانک پورہ
صبح 9 بجے سے 2 بجے تک
ڈینٹل سرجن ڈاکٹر وسیم احمد ثاقب بی ڈی ایس فیصل آباد
احمد ڈینٹل سرجری
شام 6 بجے سے 10 بجے تک
احمد ڈینٹل سرجری ستیانہ روڈ پیپلز کالونی فیصل آباد
0300-9666540-041-8549093

اعلان داخلہ
سپوکن انگلش اور IELTS کلاسز میں داخلہ شروع ہے
بچوں کیلئے سپوکن انگلش کی سپیشل کلاسز کا آغاز 12 جون سے ہوگا۔ رجسٹریشن اور مزید معلومات کیلئے ٹوئنکل سٹار اکیڈمی دارالنصر کیمپس (سٹار اکیڈمی کالج روڈ ربوہ)
فون نمبرز: 6211800,6213786
0333-5298174

FD-10